دار العلوم حقانیہ

اکوڑہ خٹک کا علمی و دینی مجلّہ

ماہنامہ

الحق

بیاد: شیخ الحدیث حضرۃ مولانا عبدالحق رحمۃ اللہ علیہ بانی دارالعلوم حقانیہ

مدیر مسئول: مولانا سمیع الحق

جمادی الاول ۱۴۱۹ھ ستمبر ۱۹۹۸ء

اقبالؒ کا پیغام امت مرحومہ کے نام

خدائے لم یزل کا دست قدرت تو، زباں تو ہے
یقیں پیدا کر اے غافل کہ مغلوب گماں تو ہے
پرے ہے چرخ نیلی فام سے منزل مسلماں کی
ستارے جس کی گرد راہ ہوں، وہ کارواں تو ہے
مکاں فانی، مکیں آنی، ازل تیرا، ابد تیرا
خدا کا آخری پیغام ہے تو، جاوداں تو ہے
حنا بند عروس لالہ ہے خون جگر تیرا
تری نسبت براہیمیؑ ہے، معمار جہاں تو ہے
تری فطرت امیں ہے ممکنات زندگانی کی
جہاں کے جوہر مضمر کا گویا امتحاں تو ہے
یہ نکتہ سرگزشت ملت بیضا سے ہے پیدا
کہ اقوام زمین ایشیا کا پاسباں تو ہے
سبق پھر پڑھ صداقت کا، عدالت کا، شجاعت کا
لیا جائے گا تجھ سے کام دنیا کی امامت کا

29 OCT 1998
29 OCT 1998

فہرست مضامین

ماہنامہ الحق اکوڑہ خٹک

جمادی الثانی ۱۴۱۸ھ تا جمادی الاول ۱۴۱۹ھ | جلد ۳۳ | اکتوبر ۱۹۹۷ء تا ستمبر ۱۹۹۸ء

مضامین کی فہرست موضوعات کے لحاظ سے سلسلہ وار اُن صفحات سے دی گئی ہے جو ہر صفحے کے نیچے لکھے ہوتے ہیں، یہ فہرست جلد کے آغاز میں لگوائی جائے ——— مدیر ———

نقشِ آغاز (اداریہ) مُدیر

مولانا سید ابوالحسن علی ندوی کی پاکستان آمد	۲
تحدیثِ نعمت	۳
دینی مدارس کے خلاف حکومتی متشددانہ کاروائیاں	۴
فلسطینی راہنما شیخ احمد یٰسین کی رہائی	۴
متنازعہ موضوع پر مزید بحث سے معذرت	۵
ملک کا آئینی بحران شخصی آمریت، عدالت و آئین کا جنازہ	۶۶
مولانا ڈاکٹر حبیب اللہ مختار، مولانا مفتی عبدالسمیع اور ندیم اقبال کی شہادت	۶۸
اسلامی سربراہی کانفرنس، توقعات اور مستقبل کے چیلنجز	۷۰
طالبان افغانستان کی اجتماعی قبروں کی دریافت	۷۱
ماہِ صیام، پژمردہ دلوں کے لیے حیاتِ نو کا پیغام	۱۳۰
بھگوڑے ربانی کی آمد۔ مذاکرات یا امریکی ایجنڈے کی تکمیل	۱۳۳
ذاتی صدمہ	۱۳۴
صدرِ پاکستان ایک متشرع دیندار شخصیت اور قوم کے توقعات	۱۳۶
ترکی میں مذہبی جماعتوں (رفاہ) اور اسلامی شعائر پر پابندی	۱۹۴
پاکستان شدید فرقہ واریت کی زد میں	۱۹۵
الجزائر میں انسانیت موت کے دروازے پر	۱۹۶
مملکتِ خداداد دہشت گردوں کے رحم و کرم پر	۲۵۸
پختونخواہ اور ایک غیر منطقی اتحاد کا فطری اور منطقی انجام	۲۵۹
خلیج کی صورتِ حال اور عالمِ اسلام	۲۶۰
دارالعلوم حقانیہ میں نئے تعلیمی سال کا آغاز	۲۶۱
افغانستان کی تحریک طالبان اور امارت اسلامی افغانستان ملا محمد ربانی اور مولانا سمیع الحق کا خطاب	۳۲۲
بھارت میں بی جے پی حکومت اور پاکستانی حکمرانوں کی ذمہ داری	۳۲۸
بوسنیا کے بعد البانوی مسلمانوں کا قتلِ عام	۳۳۱
طالبان اور شمالی اتحاد کے درمیان مذاکرات، اندیشے، خدشات، امیدیں اور توقعات	۳۸۶
غوری میزائل اور اب مزید پیشرفت کی ضرورت	۳۸۸
امریکی بیوفائی ـــ بڑی دیر کی مہرباں آتے آتے	۳۸۹
عراقی مسلمانوں کا قتلِ عام اور اقوام متحدہ کی بے بسی یا بے حسی	۳۹۰
خاندانِ شیخ الحدیث کو اندوہناک صدمہ	۳۹۲
صدرِ مملکت اور وزیر اعلیٰ سرحد کی دارالعلوم آمد	۳۹۳
ایٹمی دھماکے۔ عالمِ اسلام کی نشاۃِ ثانیہ کا آغاز	۴۵۰
متنازعہ کالا باغ ڈیم۔ ایک حساس قومی مسئلہ	۴۵۳
خدارا محسنِ پاکستان کی شخصیت کو متنازع نہ بنائیں	۴۵۴
مولانا محمد بنوری کا سانحۂ وفات	۴۵۴
سیرت النبیؐ اور موجودہ حالات کے تقاضے	۵۱۴
سی ٹی بی ٹی پر دستخط۔ قومے فروختند و چہ ارزاں فروختند	۵۷۸
لیبیا کے ساتھ یکجہتی کا عالمگیر مظاہرہ	۵۸۰
کوسوو میں سرب مظالم اور امریکہ و اقوام متحدہ کی مجرمانہ خاموشی	۵۸۰
طالبان کی اہم کامیابی۔ فتح صوبہ فاریاب	۵۸۲
مولانا عبدالقیوم حقانی کے بارے میں اہم وضاحت	۵۸۲
پاکستان میں نفاذ شریعت کا مسلم لیگی حکومت کا دعویٰ اور اس کی اصل حقیقت	۶۴۲
ممالکِ اسلامیہ پر امریکی شب خون	۶۴۷
مولانا ایوب جان بنوری کی وفات	۶۴۸

وفیات

مولانا ڈاکٹر حبیب اللہ مختار، مولانا مفتی عبدالسمیع اور ندیم اقبال اعوان کی شہادت	۶۸
ذاتی صدمہ (جناب شفیق الدین فاروقی کی والدہ کی وفات)	۱۳۴
مولانا امین احسن اصلاحی کا سانحۂ ارتحال	۲۰۱
علامہ سید احمد رضا بجنوری کا سانحۂ ارتحال	۳۳۲
مولانا حافظ محمد ابراہیم فانی کو صدمہ	۳۷۶
خاندانِ شیخ الحدیث مولانا عبدالحقؒ کو اندوہناک صدمہ	۳۹۲
مولانا محمد بنوری کا سانحۂ وفات	۴۵۴
اپنی محترمہ مرحومہ پھوپھی کی یاد میں چند آنسو (حافظ راشد الحق سمیع)	۴۵۵
میاں حضران بادشاہ کو صدمہ	۶۳۸
الحاج محمد یوسف کی اہلیہ کا انتقال	۶۳۸
مولانا ایوب جان بنوری کی وفات	

قرآنیات

قرآن حکیم اور عظمتِ صحابۂ کرامؓ (ڈاکٹر اعجاز فاروق اکرم)	۱۶۷
ملت کی تشریح اور اس کی موت و حیات (علامہ شمس الحق افغانیؒ)	۳۳۳
قرآن مجید کا اہلِ کتاب سے خطاب (سید جلال الدین عمری)	۳۳۹
معارف قرآنیہ (علامہ شمس الحق افغانیؒ)	۳۹۴
" " " " " "	۴۶۱

لہوالحدیث (علامہ شمس الحق افغانی رح) ۵۹۴

احادیثِ نبوی اور سیرتِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم

انبیاء کا مشن اور علماء کی ذمہ داریاں اور عصرِ حاضر میں رسالتِ محمدی کا نیا اعجاز (مولانا شہاب الدین ندوی) ۴۵۳ / ۵۱۶ / ۵۸۳
نبوی اساسیاتِ تعلیم (ڈاکٹر اعجاز فاروق اکرم) ۴۸۴
رسول اکرمؐ سراپا اور شخصیت حسنہ (شاہ بلیغ الدین) ۵۲۹
رسول اکرمؐ اور فنِ شعر (سید اختیار جعفری) ۵۳۴
انبیاء کا مشن اور علماء کی ذمہ داریاں اور عصرِ حاضر میں رسالتِ محمدی کا نیا اعجاز (مولانا شہاب الدین ندوی) ۶۴۷

اسلامی قوانین، فقہ اور اسلامی نظام حکومت و آئین

ملک کا آئینی بحران، شخصی آمریت۔ عدالت و آئین کا جنازہ (مولانا راشد الحق حقانی) ۶۶
موجودہ حالات میں دینی جماعتوں کی ترجیحات کیا ہونی چاہئیں (مولانا سمیع الحق) ۷۲
اسلام میں انسانی حقوق کا تصور (محمد طیب مظہر گوجروی) ۲۰۲
اسلامی حکومتیں اور احتساب (محمد یونس میو) ۲۲۵
اسلامی قوانین اور موجودہ دور (افسر حسن صدیقی) ۲۳۸
مکی مواخات اسلامی معاشرہ کی اولین تنظیم (ڈاکٹر محمد یٰسین مظہر صدیقی) ۲۸۶
اسلام اور نظام ٹیکس (محمد طیب مظہر گوجروی) ۳۰۵
علمِ فتاویٰ اور کتبِ فتاویٰ (ڈاکٹر جلال الدین احمد نوری) ۳۵۸
اسلام کے معاشی نظام پر اشتراکی کاروبار (ڈاکٹر محمد اصغر اسعد) ۴۲۱
تعلیماتِ اسلامی اور عالمی امن (دلشاد بیگم) ۴۲۷
اسلامی ریاست کی خصوصیات (ماسٹر محمد عمر خان کرک) ۴۴۰
جاوید غامدی کا علم میراث میں تجدیدی کارنامہ (سید شبیر احمد کاکاخیل) ۴۹۵
اسلام اور انسانی حقوق (مولانا سید العارفین) ۵۶۰
حدود آرڈیننس۔ ایک تنقیدی جائزہ (لیکچرار اظہر جاوید) ۵۹۸
پروفیسر طاہر القادری کا نظریۂ رویتِ ہلال۔ ایک تنقیدی جائزہ (ضیاء الدین لاہوری) ۶۰۷

دینی مدارس، علم، علماء اور نصابِ تعلیم

علماء دیوبند کے ملفوظات (احتشام الحق قاسمی) ۲۷
جنگ آزادی میں علماء حق کا کردار (مفتی عبدالغنی) ۵۵/۹۴
مولانا سید ابوالحسن علی ندوی کی خدمت میں پانچ دن (حافظ راشد الحق سمیع) ۱۷۰ / ۲۱۹
جنگ آزادی کا ایک گمنام سپاہی (ڈاکٹر نوشاد خان) ۱۸۲
دینی مدارس کے خلاف بین الاقوامی سازشیں (مولانا افضل علی حقانی) ۲۴۱
عالم معاشرے کا سب سے اہم کردار (مولانا ذاکر حسن نعمانی) ۳۷۷
علم و عمل کی ایک جیتی جاگتی شخصیت۔ مولانا منظور نعمانی (عبدالرؤف صدیقی) ۴۰۱
مولانا مناظر احسن گیلانی۔ ایک شخصیت (جناب عبدالسلام صدیقی) ۴۸۰
امام فخرالدین رازی رح اور ان کی تصانیف (مولانا محمد خلیل اللہ حقانی) ۵۵۷
ڈاکٹر حمید اللہ (جناب آفتاب عالم ندوی) ۶۳۹
دارالعلوم دیوبند اور اس کا مزاج و مذاق (حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحب رح) ۶۵۴
القیام للعالم القادم (مولانا لطافت الرحمٰن) ۶۷۴

ملکی صورتحال، سیاسیاتِ عالم اور عالمِ اسلام

مولانا ابوالحسن علی ندوی کی پاکستان آمد (حافظ راشد الحق سمیع) ۲
دینی مدارس کیخلاف حکومتی متشددانہ کاروائیاں (″ ″ ″) ۴
فلسطینی رہنما شیخ احمد یٰسین کی رہائی (″ ″ ″) ۴
نظریہ پاکستان کا وارث کون (جنرل حمید گل) ۱۶
شیخ عمر عبدالرحمٰن کا امریکی جیل سے کھلا خط ۳۹
ملک کا آئینی بحران ..... (حافظ راشد الحق سمیع) ۶۶
اسلامی سربراہ کانفرنس توقعات اور.... (″ ″ ″) ۷۰
عراق پر دوبارہ جنگ کے سائے (″ ″ ″) ۹۱
حرکت الانصار پر پابندی کیوں؟ (طاہر محمود اشرفی) ۱۱۱
الجزائر ظلم کا سلسلہ کب تک؟ (امجد عباسی) ۱۱۸
بی بی سی کے چیف جان برٹ کے بیٹے کا قبول اسلام (ادارہ) ۱۱۸
صدر پاکستان .... اور قوم کی توقعات (حافظ راشد الحق سمیع) ۱۳۶
انقلاب کی دستک (جنرل (ر) حمید گل) ۱۵۹
ترکی میں مذہبی جماعتوں پر پابندی (حافظ راشد الحق سمیع) ۱۹۴
پاکستان شدید فرقہ واریت کی زد میں (″ ″ ″) ۱۹۵
الجزائر میں انسانیت موت کے دہانے پر (″) ۱۹۶
آزادی وطن۔ فرض ملی (حکیم محمد سعید) ۱۹۸
عالم اسلام کے نام برما کے مسلمانوں کا کھلا خط (محمد موسیٰ نگوتی) ۲۴۷
مملکت خداداد دہشت گردوں کے رحم و کرم پر (مولانا حافظ محمد ابراہیم فانی) ۲۵۸
ایک غیر منطقی اتحاد کا فطری و منطقی انجام (مولانا محمد ابراہیم فانی) ۲۵۹
خلیج کی صورتحال اور عالم اسلام (″ ″) ۲۶۰
پاکستان کی حالت زار اور نجات کا راستہ (مولانا سمیع الحق صاحب) ۲۶۲

- حج کے حادثات اور سانحات کا تدارک کیسے ہو؟ (افسر حسن صدیقی) ۲۹۹
- بھارت میں بی جے پی حکومت اور پاکستانی حکمرانوں کی ذمہ داری (مولانا حافظ محمد ابراہیم فانی) ۳۲۸
- بوسنیا کے بعد اب البانوی مسلمانوں کا قتل عام (مولانا حافظ محمد ابراہیم فانی) ۳۳۱
- امت اسلامیہ کے خلاف یہودی سازشیں (محمد یوسف فاروقی) ۳۵۰
- عالم اسلام کے احوال (محسن شمسی و محمد احمد ندوی) ۳۷۳
- غوری میزائل اور اب مزید پیش رفت کی ضرورت (مولانا حافظ محمد ابراہیم فانی) ۳۸۸
- امریکی بیوفائی۔ بڑی دیر کی مہرباں آتے آتے (مولانا حافظ محمد ابراہیم فانی) ۳۸۹
- عراقی مسلمانوں کا قتل عام اور اقوام متحدہ کی بے بسی یا بے حسی (مولانا حافظ محمد ابراہیم فانی) ۳۹۰
- دہشت گردی عوامل اور اس کا حل (قاضی عبدالکریم) ۴۴۴
- ایٹمی دھماکے۔ عالم اسلام کی نشاۃ ثانیہ (مولانا حافظ محمد ابراہیم فانی) ۴۵۰
- متنازع کالاباغ ڈیم ایک حساس قومی مسئلہ (" " " ") ۴۵۲
- خدارا محسن پاکستان کی شخصیت کو متنازع نہ بنائیں (مولانا حافظ محمد ابراہیم فانی) ۴۵۴
- پاکستان کے ایٹمی دھماکوں پر عالم اسلام کا اظہار مسرت (طاہر محمود اشرفی) ۵۰۳
- برما میں مسلمانوں کی حالت زار (سیف اللہ خالد) ۵۰۷
- مسلم اسپین کی انسانی تہذیب میں کردار (رحمت عبدالماجد) ۵۴۷
- سی ٹی بی ٹی پر دستخط۔ قومے فروختند وچہ .... (حافظ راشد الحق سمیع) ۵۷۸
- لیبیا کے ساتھ یکجہتی کا عالمگیر مظاہرہ (حافظ راشد الحق سمیع) ۵۸۰
- کوسوو میں سرب مظالم اور امریکہ و.... (" " ") ۵۸۰
- یروشلم میں توسیع کا اسرائیلی منصوبہ (طاہر محمود اشرفی) ۶۳۰
- این پی ٹی سی ٹی بی ٹی پر دستخط اور اس کے مضمرات (کرنل (ر) محمد اعظم) ۶۷۹
- مغربی استعمار اور اسلامی تحریکیں (ارشاد احمد حقانی) ۶۸۳

اصلاح وارشاد، دعوت وتبلیغ اور تصوف وسلوک

- بدعت اور شرک میں ایک قدم کا فاصلہ (مولانا شہاب الدین ندوی) ۷۹
- ماہ صیام۔ پژمردہ دلوں کے لیے حیات نو کا پیغام (مولانا سمیع الحق صاحب) ۱۳۰
- برکات رمضان (شیخ الحدیث مولانا عبدالحقؒ) ۱۳۷
- اصلاح معاشرہ کا دارو مدار اصلاح قلب پر (مولانا شمس الحق افغانیؒ) ۱۴۵
- خطبات حکیم الاسلام کا اسلامی بیداری میں حصہ (احتشام الحق قاسمی) ۱۴۸
- برصغیر پاک وہند میں مسلم قومیت کے احیاء میں وحدۃ الشہود کا کردار (ڈاکٹر اذکیاء ہاشمی) ۴۰۸
- قرب الٰہی کے دو راستے (مولانا محمد منظور نعمانی) ۵۱۲
- اللہ تعالیٰ کا انسانی نظام تعلیم وتربیت (قاضی حلیم فضلی) ۵۵۷

تحریک طالبان اور افغانستان

- افغانستان میں چار دن (مولانا انوار الحق صاحب) ۲۱/۱۰۰
- افغانستان میں ہزاروں سفیران امن طالبان کی اجتماعی قبروں کی دریافت (مولانا راشد الحق سمیع) ۷۱
- بھگوڑے ربانی کی پاکستان آمد۔ افغان مذاکرات (مولانا راشد الحق سمیع) ۱۳۳
- افغانستان اور تحریک طالبان (محمد عبدالرحمن ابازی) ۲۴۴
- امارت اسلامی افغانستان میں ملا محمد ربانی اور مولانا سمیع الحق کا خطاب (ادارہ) ۳۲۲
- طالبان کا جہاد اور حکومت (محمد یونس میو) ۳۶۶
- طالبان اور شمالی اتحاد کے درمیان مذاکرات (مولانا محمد ابراہیم فانی) ۳۸۶
- طالبان کی ایک اہم کامیابی۔ فتح صوبہ فاریاب (مولانا راشد الحق سمیع) ۵۸۲
- طالبان حکومت نیو ورلڈ آرڈر کے لیے خطرہ (مولانا سمیع الحق صاحب) ۶۷۶
- طالبان، ایران اور امریکہ (جناب نذیر احمد صاحب) ۶۸۷
- طالبان اور اسامہ بن لادن (محمد تقی رفیع صاحب) ۶۹۸

بحث وتحقیق، سائنس اور معاشیات

- عالم نباتات میں ربوبیت کے جلوے (مولانا محمد شہاب الدین ندوی) ۶
- طبقات نگاری میں مسلم مورخین کی خدمات (جناب عزیز منہاس) ۲۷۵
- ڈاکٹر ولموٹ کلون بھیڑ کا خالق نہیں (حسن خان ٹوکیو) ۳۱۳
- علم زراعت میں مسلمانوں کی خدمات (ڈاکٹر لیاقت علی نیازی) ۴۹۲
- تحقیق میں اشاریہ سازی کی اہمیت (محمد یونس میو) ۶۲۶
- جدید تنقید میں محققین کا مقام (محمد یونس میو)
- مسلمانوں کی طبی خدمات (ڈاکٹر نثار محمد صاحب)

تاریخ، ادب وسوانح

- ذوق پرواز (حافظ راشد الحق سمیع) ۴۱
- دعائے ختم قرآن۔ (مولانا عبدالمجید) ۱۸۷
- مرثیہ مولانا حبیب اللہ مختار۔ مولانا نقیب اللہ (مولانا حافظ محمد ابراہیم فانی) ۱۸۹

غزل (مرزا غالب) ۲۵۲

ڈاکٹر عبدالقدیر خان کو خراج عقیدت (مولانا محمد ابراہیم فانی) ۵۰۶

صلی اللہ علیہ وسلم (مولانا محمد ابراہیم فانی) ٹائیٹل

قتیبہ بن مسلم۔ فاتح چین و ترکستان (لیفٹیننٹ کرنل (ر) محمد اعظم) ۶۲۰

ظہورِ آدم سے ظہور اسلام تک (مولانا لطافت الرحمٰن فاروقی) ۶۳۲

افکار و تاثرات

مضامینِ الحق کی تحسین (مولانا عتیق الرحمن سنبھلی۔ انڈیا) (مولانا عبدالعزیز چشتی) ۳۱۸

یاد شیخ الحدیث حضرت مولانا عبدالحق صاحبؒ (مولانا عبدالعزیز چشتی) ۳۱۹

"الحق" کا خصوصی شمارہ مجلات و جرائد کی نظر میں (ماہنامہ "معارف" اعظم گڑھ) ۳۲۰

وفاق المدارس کی سند (محمد ادریس ڈیروی) ۴۴۶

"الحق" کا خصوصی نمبر۔ قابل تحسین کوشش (اسد اللہ ڈھچکوٹی) ۵۷۴

دارالعلوم کے شب و روز

سالانہ امتحانات و جلسۂ دستار بندی۔ تحریک طالبان کے زعماء کی جلسۂ دستار بندی میں شرکت (شفیق الدین فاروقی) ۱۲۱

دو صاحبزادوں کی رسم بسم اللہ۔ اصفہان کانفرنس میں مولانا سمیع الحق کی شرکت سے انکار۔ وفاق المدارس کے امتحانات۔ دورۂ تفسیر کا آغاز (شفیق الدین فاروقی) ۱۲۰

فتاویٰ حقانیہ کی کتابت کا آغاز۔ سہ ماہی امتحانات طالبان زعماء کی آمد۔ (شفیق الدین فاروقی) ۴۲۷

دارالعلوم کے مخلص میاں حضران بادشاہ کو صدمہ الحاج محمد یوسف کی اہلیہ کی وفات۔ (شفیق الدین فاروقی) ۴۲۸

تحریک طالبان کی تحریک پر دارالعلوم میں ہنگامی بنیادوں پر تعطیلات (جناب شفیق الدین فاروقی) ۷۰۱

مولانا سمیع الحق اور دارالعلوم بین الاقوامی میڈیا کی نظر میں ۷۰۱

امریکی جارحیت کے خلاف، دارالعلوم اور اہل اکوڑہ کا احتجاجی مظاہرہ

دعائے صحت کی اپیل (شفیق الدین فاروقی) ۷۰۲

تعارف و تبصرۂ کتب

کاروانِ زندگی (مولانا ابوالحسن علی ندوی مدظلہ) ۶۳

حرفِ شیریں۔ (مولانا نور عالم خلیل امینی) ۱۲۵

انوارِ حق۔ (مولانا حافظ انوار الحق) ۱۲۶

بکھرے موتی۔ (مولانا محمد افضل خان) ۱۲۷

علاج قرآنی۔ (الشیخ سعید بن علی القحطانی) ۱۲۷

انوار الحدیث جلد ۶ (مولانا قاضی محمد زاہد الحسینیؒ) ۱۹۰

ہدایۃ النحو (عربی)۔ (مولانا محمد عثمان) ۱۹۰

تحفۂ دولہا۔ (مولانا محمد حنیف عبدالمجید) ۱۹۱

نایاب موتی۔ (شیخ التفسیر مولانا احمد علی لاہوریؒ) ۱۹۱

معارف الدیات۔ (قاری حماد الزہراوی) ۱۹۲

جمعۃ المبارک کی تعطیل و تعظیم (قاری حماد الزہراوی) ۱۹۲

منشورِ قرآن۔ (عبدالحکیم ملک) ۲۵۲

شمائل ترمذی (اردو)۔ (مولانا صوفی عبدالحمید سواتی) ۲۵۲

جنت کے نظارے۔ (مولانا حافظ عبدالقدوس خان) ۲۵۴

البشیر والنذیر۔ (مترجم مولانا محمد عثمان) ۲۵۵

بخاریؒ کی باتیں۔ (سید امین گیلانی) ۲۵۵

آپ فتویٰ کیسے دیں۔ (محشی و مترجم مولانا مفتی سعید احمد پالنپوری) ۲۵۶

مروجہ قضاءِ عمری بدعت ہے (مترجم حافظ عبدالقدوس خان) ۲۵۶

انوار الباری۔ (محدث عصر علامہ انور شاہ کشمیریؒ) ۲۸۱

علماء دیوبند کی یادگار تحریریں (مرتب مولانا محمد اسحٰق) ۳۸۳

خطبات اعتصام۔ (حافظ اکبر شاہ بخاری) ۴۴۷

پاکستان کے عظیم سپوت۔ (قاری فیوض الرحمٰن) ۴۴۸

درسِ مسلم۔ (مولانا محمد رفیع عثمانی) ۵۷۵

ارشادات (قطب الارشاد شاہ عبدالقادر رائے پوریؒ) ۷۰۳

عصمتِ انبیاء علیہم السلام (مولانا مدار اللہ مدار نقشبندی) ۷۰۳

مشکلات القرآن (مولانا محمد انور گنگوہی صاحب) ۷۰۴

اے بی سی آڈٹ بیورو سرکولیشن کی مصدقہ اشاعت

جلد نمبر ـــــ ۳۳
شمارہ نمبر ـــــ ۱۲
جمادی الاول ۱۴۱۹ھ
ستمبر ـــــ ۱۹۹۸ء

ماہنامہ الحق اکوڑہ خٹک

مدیر	نگران	مدیر اعلیٰ
حافظ راشد الحق سمیع حقانی	حضرت مولانا انوار الحق صاحب مدظلہ	حضرت مولانا سمیع الحق صاحب مدظلہ

ناظم شفیق فاروقی

اس شمارے کے مضامین

نقش آغاز (پاکستان میں نفاذ شریعت اور مسلم لیگی حکومت کا دعویٰ اور اس کی اصل حقیقت، اسلامی آئینی ترمیم کے اعلان پر مولانا سمیع الحق صاحب کا رد عمل، بلاد اسلامیہ پر امریکی شب خون اور جارحیت، شیخ الحدیث مولانا ایوب جان بنوریؒ کا سانحہ ارتحال) ـــ (راشد الحق سمیع حقانی) ـــ ۲
علماء کا مشن اور علماء کی ذمہ داریاں ـــ (مولانا شہاب الدین ندوی) ـــ ۹
دارالعلوم دیوبند اور اس کا مزاج و مذاق ـــ (مولانا مفتی محمد شفیع صاحبؒ) ـــ ۱۴
مسلمانوں کی طبی خدمات ـــ (جناب ڈاکٹر نثار محمد صاحب) ـــ ۱۸
جدید تحقیق میں تنقید کا مقام ـــ (جناب محمد یونس میو صاحب) ـــ ۲۸
القیام للعالم القادم ـــ (شیخ الحدیث مولانا لطافت الرحمن صاحب) ـــ ۳۴
طالبان حکومت ـ نیو ورلڈ آرڈر کیلئے خطرہ ـــ (جناب مولانا سمیع الحق صاحب مدظلہ) ـــ ۳۶
این پی ٹی، سی ٹی بی ٹی اور اسکے مضمرات ـــ (لفٹیننٹ کرنل (ر) محمد اعظم صاحب) ـــ ۳۹
مغربی استعمار اور اسلامی تحریکیں ـــ (جناب ارشاد احمد حقانی) ـــ ۴۳
طالبان، ایران اور امریکہ ـــ (جناب نذیر احمد) ـــ ۴۷
تحریک طالبان فتح کی دہلیز پر ـــ (حافظ راشد الحق سمیع) ـــ ۵۳
طالبان اور اسامہ بن لادن انگریزی میڈیا کی نظر میں ـ (جناب محمد تقی رفیع صاحب) ـــ ۵۸
دارالعلوم کے شب و روز ـــ (جناب شفیق الدین فاروقی) ـــ ۶۱
تبصرہ کتب ـــ (مولانا محمد ابراہیم فانی) ـــ ۶۳

کمپوٹر کمپوزیٹر :- سجاد خان

ماہنامہ الحق دارالعلوم حقانیہ اکوڑہ خٹک ضلع نوشہرہ (سرحد) پاکستان ـ فون :- 630435 ,630340 - (0923)

سالانہ بدل اشتراک اندرون ملک فی پرچہ =/15 روپے سالانہ =/150 روپے، بیرون ملک $ 20 امریکی ڈالر

پبلشر :- مولانا سمیع الحق مہتمم دارالعلوم حقانیہ اکوڑہ خٹک منظور عام پریس پشاور

نقش آغاز

راشدالحق سمیع حقانی

پاکستان میں نفاذ شریعت کا مسلم لیگی حکومت کا دعویٰ اور اسکی اصل حقیقت

مسلم لیگی حکومت نے ۲۸ اگست کو قومی اسمبلی ہال میں شریعت کے نفاذ کا اعلان کیا ہے۔ وزیراعظم نے اپنی تقریر میں موجودہ گلے سڑے انگریزی نظام سے بے شمار شکوہ شکایات کی ہیں۔ بلکہ اسے پورے معاشرے کی خرابی کی بنیادی وجہ قرار دیا ہے۔ اس کے علاوہ میاں صاحب نے فرمایا ہے کہ ملک وملت کی بقا اور ترقی کا راز نفاذاسلام میں ہی پنہاں ہے۔ یہ میاں صاحب کی تقریر کا خلاصہ تھا۔ اس حساس اور نازک مسئلہ پر لکھنے سے پہلے ہم یہ وضاحت ضروری سمجھتے ہیں کہ یہ ایک انتہائی اہم دینی، سیاسی اور بنیادی ایشو ہے۔ اور یہ ملک وملت کی تقدیر کا فیصلہ ہے۔ اور ہم اس کی مخالفت میں واجپائی، بے نظیر، اجمل خٹک اور لادین جماعتوں کی صف میں کھڑے نہیں ہوتے۔ مسلم لیگی حکومت سے ہزار اختلافات ہونے کے باوجود ہم نے اس کا مجموعی طور پر خیرمقدم کیا ہے۔ کیونکہ ہماری سیاست اور دعوت کا بنیادی منشور نفاذ اسلام ہی ہے۔ ہمیں اس سے کوئی سروکار نہیں۔ کہ نفاذ اسلام چاہے مسلم لیگ نافذ کرے یا کوئی دوسری سیاسی جماعت۔ لیکن یہاں پر ایک اہم سوال ابھرتا ہے کہ مسلم لیگی اقتدار کی ڈوبتی کشتی کے ناخداؤں کو آخری وقت میں کیوں خدا اور اس کے نظام کی یادستائی.... ؟ تخلیق پاکستان اور دو قومی نظریے کی بانی جماعت تو عمر بھر انگریزوں کے بنائے ہوئے بتوں کے نظام کی پرستش میں نہ صرف مصروف تھے بلکہ ان فرسودہ نظاموں کے مندروں اور کلیساؤں کے محافظ بھی بنے رہے۔ اور عمر بھر نفاذشریعت کی علمبردار دینی جماعتوں اور انکی تحریکوں کی مخالفت کرتے رہے۔ بالآخر انہیں ایک بار پھر اسلام کی فکر نے ستانا شروع کیا۔

ع جب دیا درد بتوں تو خدا یاد آیا۔ وزیراعظم نے پارلیمنٹ میں جو کچھ رونا رویا ہے یہی تقاضا پارلیمنٹ میں دینی جماعتیں اور میرے والدماجد اور جدامجدؒ گذشتہ پچاس سالوں سے کررہے ہیں۔ کہ خدارا! خدا کی زمین پر خدا کا نظام نافذ کرو۔ اس لیے کہ یہ دو قومی نظریے کی اساس ہے۔ اور پاکستان کا قیام ہی نعرہ اسلام کے بلند ہونے پر معرض وجود میں آیا ہے۔ ہندوستان کی تقسیم اسی

نظام کے نفاذ کے باعث ہوئی۔ لیکن محمد علی جناح سے لیکر نوازشریف تک تمام پاکستانی حکمرانوں نے اسلام کا نام اور اس کے نفاذ کا اعلان ہمیشہ سے کیا ہے لیکن درحقیقت اسے کسی طور پر بھی عملی طور پر نافذ ہونے نہیں دیا۔ یہ لوگ اس بارے میں مختلف حیلے بہانے کرتے رہے۔ ان کے مقابلہ میں علماء حق ہمیشہ پارلیمنٹ میں ڈٹے رہے۔ حضرت مولانا مفتی محمودؒ، حضرت مولانا عبدالحق صاحبؒ، اور حضرت مولانا غلام غوث ہزارویؒ وغیرھم نے شریعت کی نفاذ کیلئے اس کو دستور و آئین کا حصہ بنانے کیلئے اپنی ساری کوششیں اور عمریں صرف کردی تھیں۔ لیکن وقت کے ساحروں نے ہر ممکن طریقہ سے نفاذ شریعت کا راستہ روکے رکھا۔ پھر اس کے بعد حضرت والد صاحب مدظلہ نے ضیاء الحق کی مجلس شوریٰ میں شریعت کے نفاذ کیلئے جو کچھ کیا وہ پارلیمنٹ کی تاریخ کا ایک بڑا حصہ ہے۔ اس کے بعد آپ نے پاکستان کے ایوان بالا، سینٹ آف پاکستان میں ملک کی تاریخ میں پہلی مرتبہ اسلامی قوانین کا ایک مستند اور متفقہ دستاویز شریعت بل کی صورت میں پیش کی۔ یہ بل جو بڑی محنت، عرق ریزی اور ایک طویل جائزے کے بعد پیش کیا گیا پھر اس پر کئی سال تک بحث و تمحیص ہوتی رہی۔ اور اسے ترمیمات کی چھلنی سے گزارا گیا۔ سٹینڈنگ کمیٹیوں کے ذریعے اس کو موخر کیا گیا اور آخر میں سابق صدر مملکت جو اس وقت چیئرمین سینٹ تھے نے اس بل کو استصواب رائے کیلئے مشتہر کیا۔ یہ ان کا آخری حربہ تھا کہ شاید یہ بل ہمیشہ کیلئے ختم ہوجائے اور ان "ملاؤں" سے ہماری جان چھوٹ جائے۔ لیکن اس کیلئے حضرت مولانا سمیع الحق صاحب اور مولانا قاضی عبداللطیف صاحب اور آپ کے مخلص ساتھیوں نے ملک بھر میں زبردست تحریک چلائی اور پورے ملک سے لاکھوں، کروڑوں افراد نے اسکی پرزور تائید کی۔ بعد میں اس وقت کی حکومت نے نہ چاہتے ہوئے بھی سینٹ سے اس کو منظور کیا۔ اور جب یہ بل قومی اسمبلی میں پیش ہونے والا تھا تو امریکی سازش کے نتیجے میں ایک روز قبل ہی قومی اسمبلی توڑ دی گئی۔ اور ایک بار پھر ملک میں شریعت کا راستہ روکا گیا۔ بعد میں آئی جے آئی اور میاں صاحب نے اسی شریعت بل کو الیکشن میں ووٹ حاصل کرنے کیلئے اپنا منشور بنایا۔ قوم نے اس کے لئے میاں صاحب کو منتخب کیا لیکن میاں صاحب نے اقتدار میں آتے ہی سب سے پہلے اس بل کی اصل روح کو ختم کرنے کی کوشش کی۔ اور اسے سینٹ سے منظور تو کیا لیکن اس کے ساتھ یہ شرط بھی لگائی کہ اگر اس شریعت بل سے موجودہ مروجہ سیاسی، اقتصادی، عدالتی، حکومتی نظام متاثر نہ ہو۔ تو یہ بل نافذ العمل ہوگا۔ اس شرط سے اندازہ ہوتا ہے کہ میاں صاحب نفاذ شریعت کیلئے کتنے مخلص تھے اور ہیں۔ جہاں اس وقت شریعت بل کی مخالفت سیکولر اور لادین حلقوں نے کی وہاں پر ملک کے چند مذہبی گروہوں نے بھی تنقید برائے تنقید کا اور بدنیتی کا مظاہرہ کرتے ہوئے اس شریعت بل کی شدید مخالفت کی۔ یہاں تک کہ ایک دینی جماعت کی

دعویدار پارٹی نے اس کو " شرارت بل" تک کہا ۔ اور ذاتی اور فروعی اختلافات کی بنا پر محرک شریعت بل اور اس کے پیش کردہ شریعت بل کے خلاف لادین قوتوں کا ساتھ ملکر ایک طوفان بدتمیزی برپا کردیا تھا ۔ لیکن پھر خدا کی شان دیکھئے کہ وہی لوگ جو گذشتہ حکومت میں اس کو " شرارت بل " کہتے نہ تھکتے تھے ۔ بے نظیر دور میں اس کے حلیف جے یو آئی کے پیش کردہ شریعت بل کے نام لیوا اور محرکین بن گئے تھے ۔ ع پاسباں مل گئے کعبہ کو صنم خانے سے

بلکہ وہ شریعت بل ان کے اخباری بیانات وسیاست کا محور بلکہ " مقصد حیات " بن گیا تھا ۔

ع جو چاہے آپ کا حسن کرشمہ ساز کرے ؟

۱۹۹۷ء میں نوازشریف صاحب نے الیکشن کمپین میں ایک بار پھر اسلام کا نام استعمال کیا اور آپ نے الیکشن کا ماٹو نظام خلافت راشدہؓ کے نفاذ کو قرار دیا ۔ ماشاء اللہ ملک وملت نے آپ کے قائم کردہ نظام خلافت راشدہؓ کا مظاہرہ اور اسکی " برکات وفیوضات " سے ان تقریباً ڈیڑھ سال میں خوب " استفادہ " فرمایا ہے ۔۔۔۔ اقتدار میں آتے ہی آپ نے شعائراسلام یعنی جمعہ کی تعطیل ختم کی ۔ پھراس کے بعد اپنے اختیارات بڑھانے کیلئے آئین وعدالت کو ذاتی حرص کے مندر پر قربان کردیا ۔ اور ملک میں امربالمعروف اور نہی عن المنکر کو مکمل طور پر نظرانداز کردیا ۔ مسلم لیگی حکومت کے بار بار شریعت سے انحراف وانکار پر خدا نے ان پر اپنا عتاب نازل کرنا شروع کیا ۔ ملک کی معاشی اور اقتصادی حالت ان اقتصادیات و معاشیات کے " چمپئینوں " کے ہاتھوں کنگال ہوگئی ۔ آپکی روایتی دغا بازی کے باعث آپکی تمام حلیف جماعتیں آپ کا ساتھ چھوڑ گئیں ۔ اب جبکہ اس بار میاں صاحب کی سیاسی ترکش کے سارے تیر ختم ہوگئے ہیں ، آخری بچا تیراس بار پھر آپ نے نفاذشریعت کا چلایا ہے ۔ لیکن ماضی کے تلخ تجربات کی روشنی میں حکمرانوں کے اس اعلان سے کوئی خاطرخواہ نتیجہ برآمد نہیں ہوسکا ہے، اس لئے کہ حکمرانوں کی قول وفعل کے تضاد میں زمین آسمان کا فرق ہے۔ موجودہ انگریزی نظام عدالت ، فرسودہ حکومتی سسٹم اور کرپٹ ترین وزراء اور نااہل ترین بدکردار ممبران پارلیمنٹ کے ہوتے ہوئے یہ ملک وملت کو ایک دھوکہ لگتا ہے ۔ آج موجودہ حکمرانوں کو اس حقیقت کا بخوبی ادارک ہوگیا ہے کہ یہ فرسودہ نظام جو لادین قوتوں خصوصاً مسلم لیگ اور پیپلز پارٹی کے سہارے قائم ہے اب مکمل فلاپ ہوچکا ہے اور ملک وملت اسلامی نظام اور کسی " نئی دینی اور روحانی قوت" کی راہ تک رہے ہیں ۔ تو آپ نے ان حالات میں مستقبل کے متوقع اسلامی انقلاب کا راستہ روکنے کیلئے یہ " اعلان صادر" فرمایا ہے تاکہ سرپہ آنے والا خطرہ ٹل سکے ۔ یا پھر آپ نے امریکی صدر بل کلنٹن کی طرح جس نے سیکس سکینڈل سے امریکی عوام کی توجہ ہٹانے کی خاطر افغانستان اور سوڈان

پر بلاجواز ظالمانہ حملے کیے۔ آپ نے بھی اپنے "پیش رو" کلنٹن کی طرح اس اعلان کی آڑ میں سی ٹی بی ٹی جیسے ذلت و رسوائی سے بھرپور معاہدے پر دستخطوں کےلیے پر تولے ہیں (جس سے آپ کو صرف چار ارب روپے کی بھیک مل تو جائے گی لیکن ہمیشہ کیلئے ملک کی خوداری اور حفاظت گنوا دی جائیگی)۔ یہ ملک میں جاری سیاسی، اقتصادی معاشی بحران سے توجہ ہٹانے کی خاطر اقدام کیا گیا ہے۔ نیز آپ کے پیش کردہ شریعت بل کی تشریح حکومت کے " لائق و ہونہار" مشیر اس انداز میں کررہے ہیں جس سے یہ گمان ہوتا ہے کہ کہیں خدا نخواستہ ملک میں کوئی نیا " دین الہیٰ" تو اکبراعظم کی طرح تراشہ نہیں جارہا۔ اگر آپ شریعت کے لئے اتنے مخلص ہیں تو پھر اس کےلئے راتوں رات عملی جدوجہد شروع کریں۔ جیسا کہ آپ نے اپنے اختیارات بڑھانے کیلئے راتوں رات قانون میں ترامیم کیں۔ آپ ملک کی تمام سنجیدہ دینی، مذہبی جماعتوں کو اعتماد میں لیں۔ ہم سمجھتے ہیں کہ محض اعلانات اور ترامیم سے اسلام نافذ نہیں ہوسکتا۔ بلکہ سب سے پہلے ملک میں طبقاتی نظام کو ختم کرنا چاہئیے۔ اور ایک ایسا معاشرہ قائم ہونا چاہئیے جو کسی فردواحد کی امریت کی زد سے باہر ہو۔

محترم نوازشریف صاحب ! اسلام کیسے نافذ ہوسکتا ہے۔ تو یہ ذرا پڑوسی ملک افغانستان جاکر طالبان کی شرعی حکومت ملاحظہ فرمائیں، جہاں پر حقیقی معنی میں آپ کو خلافت راشدہؓ کی جھلک دیکھنے کو ملے گی۔

حکومت کے نفاذ شریعت کے اعلان پر حضرت مولانا سمیع الحق صاحب مدظلہ نے نہایت محتاط انداز میں ملا جلا رد عمل ظاہر کیا ہے۔ جو شریک اشاعت کیا جارہا ہے۔ جسمیں قرآن وسنت کو ملک کا سپریم لاء بنانے پر تحسین بھی ہے اور خدشات بھی۔ پھر ابھی سے ان خدشات کا ظہور بھی شروع ہوچکا ہے۔ اسلام دشمنوں نے جس انداز میں نفاذ شریعت کے اعلان پر غوغا آرائی اور طوفان بدتمیزی شروع کردی ہے تو نہ ہم اسکے حق میں ہیں اور نہ اسلام کو سیاست کیلئے ہمیشہ کیطرح اس بار بھی استعمال کرنے کے حق میں ہیں۔یہ ایک پل صراط جیسا نازک موضوع ہے۔ جس پر مولانا مدظلہ نے اپنے بیان میں توازن کے ساتھ چلنے کا راستہ اختیار کیا ہے۔ اور یہی جمعیت اور ہمارے ادارے کی پالیسی ہے۔ (ادارہ)

وزیراعظم کے اسلامی آئینی ترمیم کےاعلان پر مولانا سمیع الحق صاحب کا رد عمل

جمعیت علماء اسلام کے قائد مولانا سمیع الحق صاحب نے وزیراعظم نوازشریف کے قرآن وسنت کے سپریم لاء بنانے کے اعلان کا بحیثیت مجموعی خیرمقدم کیا ہے مگر ساتھ ہی مطالبہ کیا ہے کہ

اس آئینی ترمیمی بل کو طول طویل دورازکار طریق کار اور ضوابط وقواعد کے رحم وکرم پر نہ چھوڑا جائے بلکہ جس طرح چودھویں آئینی ترمیم میں اپنے اختیارات کو بڑھاکر صدر کے اختیارات سلب کرنے کیلئے ہنگامی بنیادوں پر راتوں رات ترمیم منظور کرائی گئی ایسے ہی ہنگامی بنیادوں پر اس بل کو منظور کرایا جائے کیونکہ قرآن وسنت کی بالادستی سے کونسے مسلمان ممبر کو انکار ہوسکتا ہے ؟ اگر ایسا نہ ہوسکا تو ہم سمجھیں گے کہ یہ صرف ایک " لولی پاپ" ہے اور نہ نومن تیل ہوگا نہ رادھا ناچے گی ۔ مولانا سمیع الحق صاحب یہاں دارالعلوم حقانیہ اکوڑہ خٹک میں علماء اور کارکنوں سے اپنے ابتدائی ردعمل کا اظہار کررہے تھے ۔ مولانا سمیع الحق صاحب نے کہا کہ ہماری جماعت کی اصولی پالیسی اور سیاست کا محور نفاذشریعت ہی رہا ہے اور مارشل لاء دور میں بھی ہم نے صرف اسلامی اقدامات کی تائید کی ہے ۔ اور جونیجو کی نان پارٹی سسٹم اسمبلیوں میں بھی شریعت بل پیش کرکے ایک طویل جنگ لڑی ہے ۔ مولانا سمیع الحق صاحب نے کہا کہ اسمبلیوں میں ہمیں تلخ تجربہ ہوا ہے اور ہمارے پیش کردہ شریعت بل کو دس بارہ سال تک اسمبلیوں نے کمیٹیوں کے ذریعے لٹکائے رکھا اور جب نوازشریف نے مجبوراً اسے منظور بھی کردیا تو اسکی ہوا ایسی نکال دی کہ وہ کسی تبدیلی کا ذریعہ نہ بن سکا ۔ مولانا سمیع الحق صاحب نے کہا کہ آئینی ترمیمی بل کو اصل شکل میں دیکھنے کے بعد حقیقت معلوم ہوگی ۔ کہ کہیں ایک ہی سانس میں بالادستی کے دفعات کو اگلے دفعات میں کالعدم تو نہیں کردیا گیا جیساکہ پہلے پاس شدہ شریعت بل میں پہلے دفعہ میں قرآن وسنت کی بالادستی کا ذکر ہے مگر اس کے فوراً بعد یہ قدغن لگادی گئی کہ بشرطیکہ اس سے موجودہ مروجہ سیاسی نظام کا سارا ڈھانچہ ، اقتصادی نظام اور عدالتی نظام متاثر نہ ہو تو ایسا کرنا ایک ہی سانس میں اللہ تعالیٰ کی حاکمیت کا اقرار اور پھر اسکی نفی کے مترادف ہوگا ۔ مولانا سمیع الحق صاحب نے کہا کہ اسلامی نظام کی طرف اگر نوازشریف خلوص دل سے قوانین، اور آئینی ترامیم یا آرڈیننسوں کے ذریعہ کسی طرح بھی پیش رفت کریں گے تو بحثیت مسلمان اور ایک دینی جماعت کے ہم اس کا خیرمقدم کریں گے ۔ مولانا سمیع الحق صاحب نے کہا کہ مجھے پرسوں علی الصباح ۲۶ اگست کو صدر پاکستان جناب رفیق احمد تارڑصاحب نے نیند سے جگاکر ٹیلی فون پر خبر دی اور فرمایا کہ میں یہ مژدہ سب سے پہلے آپ کو سنانا چاہتا ہوں تو میں نے انہیں کہا کہ آپ کی موجودگی کو ہم نیک فال سمجھتے رہے ہیں اگر واقعی کوئی عملی قدم اٹھتا ہے تو اس میں آپ کا بھی بڑا حصہ ہے اور آپ مبارکباد کے مستحق ہوں گے ۔ مگر اللہ کرے کہ یہ صرف " لولی پاپ" اور ماضی کی طرح خوشنما وعدے نہ ہوں بلکہ عملاً معاشرہ میں انقلاب کا ذریعہ بن سکے کیونکہ ہم خوشنما وعدوں اور محض ظاہری اعلانات کے ڈسے ہوئے ہیں ۔

بلاد اسلامیہ پر امریکی شب خون اور جارحیت

صدر کلنٹن نے اپنے جنسی سکینڈل سے امریکی عوام کی توجہ ہٹانے اور اپنی خفت مٹانے اور نیو ورلڈ آرڈر جیسے اسلام دشمن پروگرام کے مطابق اگست کے آخری عشرہ میں عالم اسلام کے دو اہم آزاد وخود مختار اسلامی حکومتوں پر رات کی تاریکی میں بیک وقت کروز میزائلوں سے بلاجواز ظالمانہ حملے کئے ، جس کے نتیجے میں کئی بے گناہ افراد شہید ہوئے اور کروڑوں روپے کے املاک کو نقصان پہنچا ۔ اس ضمن میں حکومت پاکستان کا نام بھی لیا جارہا ہے کیونکہ اس حملے میں پاکستان کی فضائی وزمینی حدود کی خلاف ورزی بھی ہوئی ہے اور بلوچستان میں اب تک تین امریکی کروز میزائل دریافت ہوئے ہیں ۔ اس بارے میں حکومت پاکستان کی وضاحتیں واضح تضادات کی شکار ہیں اور ساتھ ہی ہماری وزارت خارجہ کی کارکردگی صفر رہی ہے ۔ امریکہ نے اپنی ننگی جارحیت کو تخریب کاری اور دہشت پسندوں کو ختم کرنے کا بہانہ بناکر جواز مہیا کرنا چاہا ، لیکن دنیا جانتی ہے کہ اصل دہشت گرد کون ہے ۔ امریکہ عظیم مجاہد اسلام اور سپر طاقت کو للکارنے والے عالم اسلام کے ہیرو اسامہ بن لادن کے ساتھ ساتھ طالبان اور تمام دنیائے اسلام پر حملہ آور ہوا ہے اور اس کا اصل ھدف افغانستان میں اسلامی شرعی حکومت کے قیام کو روکنا ہے اور اس کے ساتھ سوڈان جو اسلامی نظام نافذ کرنے کے نتیجے میں اپنے پاؤں پر کھڑا ہوچکا ہے کو معاشی اور اقتصادی لحاظ سے مفلوج کرنا مقصود ہے ۔ امریکی صدر بل کلنٹن اور یہودن وزیرخارجہ البرائٹ اور وزیردفاع نے اسلامی ممالک کے خلاف ان حملوں کو ابھی اپنے مکروہ عزائم اور جارحانہ ارادوں کا ابتدائیہ قرار دیا ہے ۔ امریکی شیطان نے گذشتہ دس سالوں میں کئی اسلامی ممالک پر بدترین پابندیاں لگوائی ہیں اور کئی اسلامی ممالک پر طیاروں اور میزائلوں سے حملے کرچکا ہے ۔ اس ننگی جارحیت اور کھلی دہشت گردی کے باوجود اقوام متحدہ سلامتی کونسل اور دیگر مقتدر ، طاقتوں نے اس کے خلاف کوئی ایکشن نہیں لیا اس کے ساتھ ساتھ عالم اسلام کے بے غیرت حکمرانوں میں ہوش وفراست کا اب بھی پیدا نہ ہونا ایک بڑا المیہ اور عظیم سانحہ ہے ۔ ہماری نظر میں امریکہ اور عالم کفر کی تباہی اور ان سے ہماری گلوخلاصی اس دن سے شروع ہوجائے گی جب عالم اسلام کے بے حمیت حکمران امریکہ اور عالم کفر کی غلامی کی زنجیریں کاٹ پھینکیں لیکن شاید یہ اتنا آسان بھی نہیں ۔ موجودہ حالات کے تناظر میں ایک واضح فرق

محسوس کیا جارہا ہے اور وہ ہے بلاد اسلامیہ میں عوامی بیداری اور نااہل حکمرانوں سے بیزاری ۔ اگر امریکہ ، یورپ، بھارت اور اسرائیل کی یہی اسلام کش پالیساں جاری رہیں تو یہ بات عالم اسلام کے حق میں بہتر ثابت ہوگی اور یوں عالم اسلام پر مغرب ،امریکہ اور ان کے حاشیہ برداروں کا کردار واضح ہوتا جائیگا اور اتحاد واتفاق کی ایک مضبوط زنجیر بنتی چلی جائیگی ۔ الحمدللہ اب تو خود معرب اور امریکہ کے عوام نے بھی یہ بات محسوس کی ہے کہ مسلمانوں اور عالم اسلام کے ساتھ یہ کاروائیاں اور امتیازی سلوک انتہائی زیادتی ہے ۔ خود امریکہ کے وائٹ ہاؤس کے سامنے خواتین نے اس تازہ جارحیت پر جو بھرپور مظاہرہ کیا ہے اور اس میں ایک پلے کارڈ پر لکھا گیا تھا NO WAR FOR MONIKA یہ مظاہرے امریکی صدر اور اس کے ہمنواؤں کی آنکھیں کھولنے کیلئے کافی ہیں ۔

شیخ الحدیث مولانا ایوب جان بنوریؒ کا سانحہ ارتحال

ماہ اگست صوبہ سرحد میں نامور عالم دین ،جمعیت علماء اسلام کے مرکزی رہنما اور دارالعلوم سرحد کے مہتمم شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد ایوب جان بنوریؒ انتقال فرماگئے ۔ آپ حضرت علامہ محمد یوسف بنوریؒ کے چچا زاد بھائی اور دارالعلوم دیوبند کے اجل فضلاء میں سے تھے ۔ درس وتدریس کے ساتھ ساتھ آپ نے مختلف مذہبی اورسیاسی تحریکات میں بھی حصہ لیا تھا اور اس راہ میں آپ نے قیدوبند کی صعوبتیں برداشت کی تھیں ۔ مرحومؒ اگرچہ ایک عرصہ سے مختلف امراض میں بتلا تھے لیکن اس کے باوجود ان کی ہمت قابل رشک تھی اور باوجود ان تمام عوارض وعوائق کے آپ اپنے معمولات بطریق احسن انجام دیتے رہے ۔ آپ کی وفات سے پاکستان ایک بڑی شخصیت سے مرحوم ہوگیا ہے ۔ اور بالخصوص صوبہ سرحد کا صدر مقام پشاور اور اہلیان پشاور بجاطور پر تعزیت کے مستحق ہیں ، اس لئے کہ پشاور میں آپ بڑی علمی شخصیت کے مالک تھے جن کی علمیت وقابلیت اور ثقاہت مسلم تھی ۔ آپ کا حضرت شیخ الحدیث مولانا عبدالحق رحمۃ اللہ علیہ اور دارالعلوم کے ساتھ گہرا تعلق تھا ۔ آپکی وفات سے علمی حلقوں میں ایک بڑا خلا پیدا ہوا ہے ۔ ادارہ آپ کے صاحبزادے جناب محمد خالد بنوری صاحب کے ساتھ اس عظیم سانحہ پر تعزیت کرتا ہے ۔ اور بحیثیت مہتمم ان کی کامیابیوں کیلئے دعاگو ہے کہ آپ کے دوراہتمام میں مولانا مرحومؒ کا قائم کردہ مدرسہ دن دوگنی رات چوگنی ترقی کے منازل طے کرے ۔ (آمین)۔

آخری قسط نمبر ۴

جناب مولانا محمد شہاب الدین ندوی صاحب

انبیاءؑ کا مشن اور علماء کی ذمّہ داریاں

اور عصر جدید میں رسالت محمدیؐ کا نیا اعجاز

۹۔ معجزہ رسولؐ اور ختم نبوت کے عقلی دلائل:۔ اس موقع پر ضمناً ایک اور بہت بڑی علمی حقیقت یہ بھی ثابت ہوتی ہے کہ معجزہ چونکہ دلیل رسالت ہوتا ہے اس لئے ہر نبی کیلئے معجزہ ضروری ہے اور جو شخص بغیر کسی معجزے کے دعوائے نبوت کرے تو وہ اپنے دعوے میں جھوٹا ہوگا اور معجزہ بھی ایسا ہونا چاہئیے جو عصری علوم کا زور توڑنے والا ہو، جیسا کہ سنت الہٰی ہے۔ نیز اس کے ساتھ ساتھ دو اور چیزیں بھی ضروری ہیں: اول یہ کہ وہ صاحب کتاب بھی ہو اور دوم یہ کہ وہ کردار وکیرکٹر کے اعتبار سے بھی اعلیٰ مقام پر فائز ہو، تاکہ لوگ اسے ایک نمونہ اور آئیڈیل تصور کرکے اس کی اتباع کرسکیں۔ بس یہ تین خدائی اصول وہ معیار ہیں جو کسی کے دعوائے نبوت کو جانچنے کے لئے ضروری ہیں۔ چنانچہ ان اصولوں کا تذکرہ کلام ربانی میں اس طرح آیا ہے:

"لقد ارسلنا رسلنا بالبینت وانزلنا معھم الکتاب والمیزان لیقوم الناس بالقسط"

(یقیناً ہم نے اپنے رسولوں کو واضح نشانیاں (معجزات ودلائل) دے کر بھیجا اور ان کے ساتھ کتاب اور میزان بھی اتاردی، تاکہ لوگ اعتدال پر قائم رہیں)۔ (حدید:۲۵)۔ اس موقع پر "کتاب" کا تذکرہ بطور اسم جنس آیا ہے یعنی "کتاب الہٰی" ایک وحدت ہے جس کے مختلف حصے مختلف انبیائے کرام کو عطا کئے گئے ہیں۔ چنانچہ قرآن حکیم میں رسُولوں کو کتاب دئے جانے کا جہاں تذکرہ آیا ہے وہاں پر کتاب کا لفظ صیغہ واحد میں مذکور ہے جیسا کہ یہ بات یہاں پر بھی موجود ہے اور میزان سے مراد خصوصیت کے ساتھ انبیاء کرامؑ کی سیرت ہے جو میزان کا نمونہ ہوتی ہے۔ ان تینوں چیزوں کے ملاحظہ سے انسان راہ راست پر آتے ہیں۔ نیز انبیاء کرامؑ کو جو کتاب عنایت کی جاتی ہے وہ نوع انسانی کے باہمی اختلافات کے درمیان فیصلہ کرنے والی ہوتی ہے جیسا کہ اس کی تفصیل اس بحث کے شروع میں (سورۃ بقرہ کی آیت نمبر ۲۱۳ کے تحت) گزرچکی ہے۔ لہذا ان خصوصیات کے بغیر جو بھی شخص حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد نبوت کا دعویدار ہوگا وہ جھوٹا، کاذب

اور ڈھونگی ہوگا۔ یہ ختم نبوت کی عقلی و علمی دلیل ہے اور اس پر کسی لمبی چوڑی بحث کی ضرورت نہیں ہے۔ بلکہ اس سلسلے میں یہی ایک خدائی اور قرآنی معیار ہی کافی ہے۔ تو اب سوال یہ ہے کہ چودہ سوسالہ تاریخ میں کیا ایسا کوئی "نبی" مبعوث ہوا ہے جس نے یہ تینوں چیزیں پیش کی ہوں ؟ تو ہم دیکھتے ہیں کہ ایسا کوئی نبی اب تک ظاہر نہیں ہوسکا ہے جو ان میں کوئی ایک شرط بھی پوری کرسکتا ہو۔ اور اس اعتبار سے یہ رسالت محمدیؐ کی حقانیت پر ایک تاریخی دلیل ہے، لیکن اسکے باوجود اگر کسی کو اپنے نبی ہونے کا زعم ہوتو ان تینوں اعتبار سے ثابت کرے کہ وہ اپنے دعوے میں سچا اور منجانب اللہ ہے : " قل ھاتوابرھانکم ان کنتم صدقین " : کہہ دو کہ اگر تم اپنے دعوے میں صادق ہوتواپنی دلیل پیش کرو۔ نیز اس سلسلے میں ایک مزید عقلی دلیل یہ بھی پیش نظر رہے کہ کوئی نیا نبی کوئی " نیا معجزہ" اسی وقت لےکر آسکتا ہے جب کہ سابقہ نبی کے معجزہ کا اثرزائل ہوچکا ہو۔ چنانچہ اس حیثیت سے بھی ہم دیکھتے ہیں کہ رسالت محمدی کا معجزہ نہ صرف اب تک "زندہ" ہے بلکہ وہ پوری آب وتاب کے ساتھ افق عالم پر چمک بھی رہا ہے اور اپنی ضوء فشانیوں سے سارے جہاں کو منور کئےہوئے ہے۔ اس اعتبارسے آج خودقرآن عظیم " ختم نبوت" کا ایک زبردست علمی ثبوت اور ایک لازوال علمی معجزہ ہے جو رسالت محمدی کے دعوائے صحت پر مہر تصدیق ثبت کرتے ہوئے جھوٹے مدعیان نبوت کے چہروں پر کالک مل رہا ہے۔ غرض نبوت کے کسی بھی نئے دعویدار کو اول تو اپنا " نشان نبوت" پیش کرنا چاہئیے جو قرآن عظیم کے مقابلے میں اس سے زیادہ زبردست اور حیرت انگیز ہو، اور پھراسے یہ بھی ثابت کرنا چاہئیے کہ قرآنی معجزہ کی " افادیت" ختم ہوچکی ہے۔ ظاہر ہے کہ ایسی کوئی چیزاب تک تو ظاہرہوسکی ہے اور نہ قیامت تک ظاہر ہوسکتی ہے لہذا اس سلسلہ میں اب تک جو بھی دعوے کئے گئے ہیں وہ مسخرہ پن کی حدود سے آگے نہیں بڑھ سکے ہیں۔ واقعہ یہ ہے کہ قرآن عظیم ایک زندہ اور ابدی معجزہ ہے اور اس کی خیاباریاں ہمیشہ جاری رہیں گی اور اس کے علم کو کوئی سرنگوں نہیں کرسکے گا۔ وہ قیامت تک اپنے جلوے دکھاتارہےگا۔ اس پر کسی کی فسوں کاری چل نہیں سکے گی۔ کیونکہ یہ رب العالمین کا کلام ہے جس نے پوری نوع انسانی اور نوع جنی کو یہ چیلنج دے رکھا ہے کہ سارے جہاں کی مخلوق مل کر بھی اس جیسا معجزانہ اور بے مثال کلام تصنیف نہیں کرسکتی۔ " قل لئن اجتمعت الجن والانس علی ان یاتوا بمثل ھذا القرآن لایاتون بمثله ولوکان بعضهم لبعض ظهیراً " کہدو کہ اگرتمام جن اور انسان مل کر اس جیسا قرآن (تصنیف کرکے) لانا چاہیں تو وہ ایسا کلام نہیں لاسکتے، اگرچہ وہ سب ایک دوسرے کے مددگار بن جائیں۔ (بنی اسرائیل:۸۸)۔ ظاہر ہے کہ جب تمام جن وانس مل کر بھی اس جیسا کلام مرتب نہیں

کرسکتے تو پھر کوئی اکیلا وکیلا شخص کیا خاک کرسکے گا ۔ اور جب اس جیسا کلام پیش کرنا محال ہے تو اس سے بہتر کلام پیش کرنے کا کوئی تصور بھی نہیں ہوسکتا ۔

۱۰ ۔ کتاب الہٰی کی جامعیت :- غرض معجزہ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی تجلیوں اور اس کی جلوہ سامانیوں کی کوئی حد اور انتہا نہیں ہے ۔ اسی وجہ سے خود ایک حدیث میں قرآن عظیم کی بعض دیگر خصوصیات کے علاوہ خاص کر اس کی یہ خصوصیت بیان کی گئی ہے کہ قرآنی اسرار و عجائب کی کوئی انتہا نہیں ہوسکتی ۔ " فیه نباماقبلکم وخبرمابعدکم ۔ وحکم مابینکم ۔ هوالفصل لیس بالهزل .... ولاتلتبس به الالسنة ۔ ولا یشبع منه العلماء ۔ ولا یخلق عن کثرة الرء ولا تنقضی عجائبه " قرآن میں تمھارے دور سے پہلے کے بھی واقعات ہیں اور تمھارے کے ادوار کی خبریں بھی اور اس میں تمھارے آپس معاملات میں فیصلہ کرنے والی چیز بھی موجود ہے ۔ وہ ایک قول فیصل ہے کوئی مذاق نہیں ۔ انسانی زبانیں (زبان اور اسلوب کے اعتبار سے) اس سے میل نہیں کھاتیں ۔ علماء اسکی تلاوت سے سیراب نہیں ہوسکتے۔ وہ کثرت تکرار کے باوجود پرانا نہیں ہوسکتا اور اسکے (علمی) عجائب کبھی ختم نہیں ہوسکتے ۔ (۱) اور یہ تمام حقائق قرآن اور حدیث میں مکمل مطابقت کا بھی بھرپور اور ایمان افروز نظارہ پیش کررہے ہیں جو حدیث کا انکار کرنے والوں کے لئے ایک درس عبرت ہے اور اس اعتبار سے آج قرآن کے علمی اسرار و عجائب کو اجاگر کرنے کے ساتھ ساتھ قرآن اور حدیث کی مطابقت پر بھی کام کرنے اور علمی دنیا کی رہنمائی کرنے کی ضرورت ہے ۔ غرض ان تمام حیثیتوں سے ضرورت ہے کہ علماء جدید تجرباتی علوم کا پوری دلجمعی کے ساتھ مطالعہ کرکے اس سلسلے کے حقائق کو علی وجہ البصیرت سمجھنے کی کوشش کریں ۔ کیونکہ ان علوم و مسائل کی عصر جدید کی ذہنیت کے مطابق نئے انداز میں تبلیغ دین کی بہت بڑی اہمیت ہے ۔ لہذا آج ضرورت اس بات کی ہے کہ ان علوم کو عربی مدارس کے نصاب میں داخل کرکے ان کی باقاعدہ تعلیم دی جائے ، تاکہ ان کے ذریعہ علماء میں روشن فکری پیدا ہو اور وہ عصر جدید کے علوم و مسائل سے ناواقف نہ رہیں ۔ واقع یہ ہے کہ یہ علوم آج امت مسلمہ کیلئے "اسلحہ" کی حیثیت رکھتے ہیں ، جن سے "مسلح" ہوکر آج ہم عصر جدید کے ہر چیلنج کا صحیح جواب دے سکتے ہیں ، اور یہ علوم احیائے علم ، احیائے دین اور احیاء ملت کے نقطہ نظر سے انتہائی اہم ہیں جن سے مزید غفلت برتنا دین ابدی کو نقصان پہنچانا ہے ۔ اس بحث سے بخوبی ثابت ہوگیا کہ کتاب الہٰی مذکورہ بالا تمام اعتبارات سے محفل

---

(۱) ۔ ترمذی ۵ / ۱۷۲ ، مطبوعہ بیروت ، دارمی : ۲ / ۴۳۵ بیروت

کتاب شریعت اور کتاب اخلاق ہی نہیں بلکہ وہ کتاب افکار ونظریات ، کتاب ذکر و تذکرہ، کتاب اخبار ، کتاب مسائل ، کتاب محاکمہ، کتاب حقائق واسرار، کتاب علم وحکمت، کتاب عجائب، کتاب علوم ومعارف ،کتاب فرقان ، کتاب عقائد، کتاب توحید اور کتاب صفات باری بھی ہے ۔ اور ان تمام اعتبارات سے مجموعی طور پر وہ "کتاب ہدایت" ہے ۔ قرآن حکیم کی یہ تمام صفات وخصوصیات خودقرآن وحدیث سے ثابت شدہ ہیں ، جن میں کسی قسم کا کلام نہیں ہوسکتا ۔ غرض ان تمام علوم ومسائل میں اس کی ایک ایک آیت اور اس کا ایک ایک لفظ قابل حجت واستدلال ہے جس میں چناں وچنیں کی کوئی گنجائش نہیں ہوسکتی ۔ واقعہ یہ ہے کہ یہ صحیفہ حکمت ہر اعتبار سے جامع اور ہر اعتبار سے ایک حیرت انگیز صحیفہ ہے جس میں کسی بھی قسم کا نقص یا عیب نہیں ہے بلکہ وہ ہر دور کی فکری وعقلی ، تمدنی ومعاشرتی اور اجتماعی ضرورتوں کے عین مطابق ہے ۔ وہ دین وشریعت بھی ہے اور فکر وفلسفہ بھی بلکہ ان دونوں کی آمیزش کا ایک حسین وجمیل گلدستہ ہے مگر اس کا سب سے بڑا اعجاز یہ ہے کہ وہ ہر دور کی ذہنیت اور اسکی نفسیات کے عین مطابق اور اس کا " نباض" نظر آتا ہے اور اس کا یہ وصف کبھی زائل نہیں ہوسکتا ، خواہ زمانہ کتنی ہی ترقی کیوں نہ کر جائے ۔ " ولقد جئنھم بکتب فصلناہ علما علم ھدیً ورحمۃً لقوم یومنون " : اور ہم نے ان کے پاس ایک ایسی کتاب پہنچا دی ہے جس میں ہم نے (اپنے خصوصی) علم کی بنا پر (ہرچیز کا) مفصل بیان کردیا ہے ۔تاکہ وہ ایمان لانے والوں کے لئے ہدایت ورحمت کا باعث بن سکے ۔ (اعراف : ۵۲) ۔

" افغیراللّٰہ ابتغی حکماً وھوالذی انزل الیکم الکتب مفصلاً " : تو کیا میں اللہ کے سوا کسی اور کو حکم مان لوں ، جب کہ اسی نے تمھارے پاس یہ کتاب تفصیل کے ساتھ بھیج دی ہے (جس میں ہرچیز کے بارے میں خدائی فیصلہ مذکور ہے) ؟ (انعام : ۱۱۴) " وکل شئیٍ فصلنا تفصیلاً " : اور ہم نے ہرچیز کی تفصیل کردی ہے ۔ (اسراء : ۱۲) ۔ " ونزلنا علیک الکتب تبیاناً لکل شئی وھدی ورحمۃً وبشریٰ للمسلمین " : (اے محمدؐ) ہم نے یہ کتاب آپ پر اتاری ہے جو ہرچیز کی خوب وضاحت کرنے والی ہے اور وہ مسلمانوں کیلئے ہدایت ، رحمت اور خوشخبری ہے (جو اسکے ابدی حقائق کے ملاحظہ سے سامنے آتے ہیں) ۔ (نحل : ۸۹) ۔ " یاایھاالناس قدجاء تکم موعظۃ من ربکم وشفاء لما فی الصدور ۔ وھدیً ورحمۃً للمؤمنین " : (اے لوگو! تمھارے پاس تمھارے رب کی جانب سے موعظت آچکی ہے جو دلوں کی بیماری کیلئے شفا ہے اور اہل ایمان کے لئے ہدایت ورحمت ہے) ۔ (یونس : ۵۷) " ھذا بیان للناس وھدیً وموعظۃ للمتقین " : (یہ لوگوں کیلئے ایک وضاحت نامہ ہے اور اللہ سے ڈرنے والوں کیلئے ہدایت اور موعظت) ۔ (آل عمران : ۱۳۸) ۔

" هوالذی ینزل علی عبده ایت بینات لیخرجکم من الظلمت الی النور ، وان الله بکم لرء وف رحیم " : (وہی ہے جو اپنے بندے پر واضح دلائل اتار رہا ہے تاکہ وہ تمھیں (ضلالت کی) تاریکیوں سے نکال کر (ایمان کی) روشنی میں لے آئے اور اللہ تم پر یقیناً بڑا مہربان اور رحم دل ہے (حدید : ۹) ۔ ان آیات کے ملاحظہ سے یہ بے غبار حقیقت پوری طرح روشنی میں آجاتی ہے کہ یہ کتاب عظیم صرف اہل اسلام ہی کیلئے نامہ ہدایت نہیں بلکہ وہ پوری نوع انسانی کیلئے بھی پیام ہدایت ہے ۔ اسلئے اس میں ہر چیز اور ہر مسلئے کا واضح اور دوٹوک بیان درج کردیا گیا ہے ۔ اس لحاظ سے قرآن اور نظام کائنات میں تطبیق کے باعث جو اسرارومعارف سامنے آتے ہیں ان کے ملاحظہ سے اہل سلام کے چہرے خوشی ومسرت سے کھل اٹھتے ہیں اور انکا ایمان تازہ ہوجاتا ہے ۔ چنانچہ اس سلسلے کی ایک اور اہم آیت ملاحظہ ہو : " هذا بلاغ للناس ولینذروابه ولیعلموا انما هواله واحد ولیذکرلولوا الالباب " (یہ قرآن لوگوں کیلئے ایک پیغام ہے اور (اس سے مقصود یہ بھی ہے کہ) اس کے ذریعہ انہیں ڈرایا جائے ۔ نیز یہ کہ وہ (اچھی طرح) جان لیں کہ (اس کائنات میں) وہی ایک معبود ہے اور اہل دانش (قرآن کے بصیرت افروز مضامین پر) متنبہ ہوسکیں ۔ (ابراھیم : ۲۵)

آیت کریمہ نہ صرف قرآن حکیم کے مقاصد پر بخوبی روشنی ڈال رہی ہے بلکہ وہ اہل اسلام (اہل دانش) کا منصب بھی بخوبی ظاہر کررہی ہے ۔ چنانچہ یہ کلام حکمت عالم بشری کےلئے تین حیثیتوں کا حامل ہے : (۱) وہ سارے جہاں کیلئے ایک پیغام ہے (۲) اور اسکا مقصد تمام لوگوں کو خدا کی پکڑ سے ڈرانا ہے ۔ (۳) یہاں تک کہ ان پر دلائل کی روشنی میں یہ حقیقت) واضح ہوجائے کہ اس پوری کائنات میں ذات باری تعالیٰ ہی کی واحد ہستی جلوہ افروز ہے اور اس آیت کریمہ کا آخری فقرہ اس حقیقت کی غمازی کررہا ہے کہ یہ کام اہل دانش کے ذمہ ہے کہ وہ قرآن عظیم کی روشنی میں یہ فریضہ انجام دیں اور اس کی تائید سورۃ ص والی آیت بھی کررہی ہے جس کا تذکرہ پچھلے صفحات میں گزرچکا ہے ۔ (یہ بڑی بابرکت کتاب ہے جو ہم نے آپکے پاس بھیجی ہے تاکہ لوگ اسکا آیات میں تدبر کریں اور دانش مندانہ آیات میں مذکور معانی پر متنبہ ہوسکیں) ۔ اس اعتبار سے " دانش مندوں " پر لازم آتا ہے کہ وہ صحیفہ فطرت میں " تفکر " اور صحیفہ الہیٰ میں " تدبر " کرکے ان دونوں میں تطبیق دیں جسکے نتیجے میں یہ " ثمبہ " حاصل ہوسکتا ہے اور یہ کام اہل دانش (پختہ عقل والے) ہی انجام دے سکتے ہیں ۔ کیونکہ یہ کچی عقل والوں یا معمولی لوگوں کا نہیں ہے ۔

" هذا بصائر للناس وهدیٰ ورحمة لقوم یوقنون " یہ قرآن لوگوں کےلئے بصیرت ہے اور یقین کرنے والوں کیلئے ہدایت ورحمت " ۔ (جاثیہ : ۲۰)

حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحب رحمۃ اللہ علیہ

دارالعلوم دیوبند اور اس کا مزاج ومذاق

۱۵ محرم ۱۲۸۳ھ بمطابق ۳۰ مئی ۱۸۶۷ء کو نہایت سادگی کے ساتھ دارالعلوم دیوبند کی عظیم دینی درسگاہ کا آغاز کیا گیا اس درسگاہ کے بانیوں کا مقصد چونکہ دین کی پرخلوص خدمت تھی اس لئے اس کے قیام کیلئے نہ اخبار واشتہار کا اہتمام ہوا نہ اس مقصد کیلئے کوئی باضابطہ بورڈ قائم کیا گیا۔ نہ شہرت اور نام ونمود کے دوسرے طریقے اختیار کئے گئے بس اللہ کے کچھ مخلص بندوں نے دیوبند کے چھوٹے سے قصبہ کی ایک چھوٹی سی مسجد میں جسے چھتہ کی مسجد کہتے تھے ایک انار کے درخت کے نیچے آب حیات کا یہ چشمہ جاری کردیا، اس عظیم الشان تعلیمی منصوبے کو عملاً شروع کرنے والے صرف دو افراد تھے۔ ایک استاد ایک شاگرد دونوں کا نام محمود تھا، استاد حضرت ملا محمود دیوبندیؒ تھے جنہیں مدرس کی حیثیت میں میرٹھ سے بلایا گیا تھا اور شاگرد دیوبند کے ایک نوجوان محمود الحسن تھے جو بعد میں شیخ الہند حضرت مولانا محمود الحسن صاحبؒ کے نام سے معروف ہوئے اور جنہوں نے اپنی ریشمی رومال کی تحریک کے ذریعہ انگریزی حکومت کے ایوانوں میں زلزلہ ڈال دیا۔ دارالعلوم کی ابتداء ایک انار کے درخت کے سایہ میں ہوتی تھی۔ کسے معلوم تھا کہ یہ دو افراد جو اتنی مسکنت اور گمنامی کے ساتھ یہاں ایک چشمہ فیض جاری کررہے ہیں بالآخر برصغیر کی تاریخ کا رخ موڑ کر رکھ دیں گے لیکن دنیا نے دیکھ لیا کہ اسی سادہ سی درسگاہوں سے علم وفضل کے ایسے ایسے آفتاب ومہتاب پیدا ہوئے جنہوں نے ایک دنیا کو جگمگا کر رکھ دیا۔ درسگاہیں دنیا میں بہت سی قائم ہوئی ہیں، دینی درسگاہوں کا بھی کسی دور میں فقدان نہیں ہوا لیکن اللہ نے دارالعلوم دیوبند کو جو فضیلت اور جو امتیاز بخشا وہ بہت کم علمی اداروں کے حصے میں آتا ہے۔ یہاں مجھے مختصراً اسی امتیاز کو واضح کرنا ہے۔ دارالعلوم دیوبند کی پہلی خصوصیت یہ ہے کہ وہ محض ایک درسگاہ نہیں ایک خاص نظریہ اور ایک خاص طرز عمل کا نام ہے۔ اس درسگاہ کی بنیاد ہی چونکہ اس لئے رکھی گئی تھی کہ اس کے ذریعہ اسلام اور اسلامی علوم کو اپنی صحیح شکل وصورت میں محفوظ رکھا جائے اس لئے اس کا مسلک یہ رہا ہے کہ دین صرف کتابی حروف ونقوش کا نام نہیں ہے اور نہ دین محض کتابوں سے سمجھا جاسکتا ہے۔ اللہ نے ہمیشہ کتاب کے ساتھ رسول کو اس لئے بھیجا ہے کہ وہ اپنے عمل سے کتاب کی تفسیر کرے۔ چنانچہ ایسی مثالیں تو ملتی ہیں کہ دنیا میں رسول بھیجے گئے مگر کتاب نہیں آئی لیکن ایسی مثال کوئی ایک بھی نہیں ہے کہ صرف کتاب بھیج دی گئی ہو

اور اس کے ساتھ رسول کوئی نہ آیا ہو ۔ اللہ تعالیٰ کی یہ سنت بتلاتی ہے کہ دین کو سمجھنے سمجھانے اور پھیلانے پہنچانے کا راستہ صرف کتاب نہیں ہے بلکہ اس کے ساتھ وہ اشخاص بھی ہیں جو کتاب کا عملی پیکر بن کر اس کی تفسیر و تشریح کرتے ہیں لہذا دین کو سمجھنے کیلئے کتاب اللہ اور رجال اللہ، لازم ملزوم کی حیثیت رکھتے ہیں ۔ ان میں سے ایک کو دوسرے سے جدا نہیں کیا جاسکتا ۔ چنانچہ قرآن کریم کو حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی تفسیر و تشریح کی روشنی میں اور سنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو صحابہ وتابعین اور دوسرے بزرگان دین کے متواتر عمل کی روشنی میں ہی ٹھیک سمجھا جاسکتا ہے۔ اس کے بغیر دین کی تعبیر و تشریح کی ہر کوشش گمراہی کی طرف جاتی ہے ۔ ہاں دین کے ان سرچشموں میں مراتب کا فرق ضرور ہے جو مقام اللہ تعالیٰ کا ہے وہ کسی نبی کو حاصل نہیں ہوسکتا ، جو مرتبہ ایک نبی کا ہے وہ کسی صحابی کو نہیں مل سکتا اور جو درجہ ایک صحابی کو حاصل ہے کوئی بڑے سے بڑا ولی اس درجہ تک نہیں پہنچ سکتا ۔ بس فرق مراتب کے ساتھ دین کے ان سرچشموں میں سے ہر ایک کے حقوق وحدود کی رعایت دارالعلوم دیوبند کا وہ خصوصی مزاج ہے جس نے اسے دوسرے اداروں سے امتیاز عطا کیا ہے اور جس کی بناپر اس کا مسلک مسلمانوں کے مختلف مکاتب فکر کے درمیان ایک ایسی راہ اعتدال کی حیثیت رکھتا ہے جو افراط وتفریط سے بچتی ہوئی کتاب وسنت تک پہنچتی ہے ۔

اور جب دارالعلوم دیوبند کا اساسی نظریہ یہ ٹھہرا کہ دین کتاب اللہ اور رجال اللہ کے مجموعہ کا نام ہے تو یہیں سے اس کا ایک دوسرا عملی امتیاز ظاہر ہوتا ہے اور وہ یہ کہ دارالعلوم اپنے عہد شباب میں محض ایک علمی درسگاہ نہیں تھی جس میں طلباء کو صرف کتابوں کے حروف ونقوش اور صرف علم کا ظاہری خول دیا جاتا ہو بلکہ ساتھ ساتھ ایک عملی تربیت گاہ بھی تھی جہاں علم کے ظاہری بدن میں عمل صالح اور اخلاق فاضلہ کی روح بھری جاتی تھی، یہاں سے فارغ ہو کر نکلنے والے صرف ظاہری علوم ہی سے آراستہ نہیں ہوتے تھے بلکہ وہ عملی اختیار سے بھی سچے اور پکے مسلمان ہوتے تھے جنکی ہر ہر نقل وحرکت اسلام کی نمائندگی کرتی تھی ۔ میرے والد ماجد حضرت مولانا محمد یسین صاحبؒ دارالعلوم کے قرن اول کے طلباء میں سے تھے ۔ وہ فرمایا کرتے تھے کہ ہم نے دارالعلوم کا وہ زمانہ دیکھا ہے جب اسکے ایک چپراسی سے لیکر صدر مدرس اور مہتمم تک ہر ہر شخص ولی کامل تھا ۔ دن کے وقت یہاں علوم وفنون کے چرچے ہوتے اور رات کے وقت اسکا گوشہ گوشہ اللہ کے ذکر اور تلاوت قرآن پاک سے گونجتا تھا ۔ چنانچہ اس دور میں جو شخصیتیں دارالعلوم دیوبند سے تیار ہوئیں انہوں نے عبادات، معاملات، اخلاق، معاشرت، سیاست اور اجتماعی امور میں ایسے ایسے تابناک کردار پیش کئے ہیں کہ آج اس کی نظیر ملنا مشکل ہے ، ان میں سے ہر شخص اسلام کی مجسم تبلیغ تھا، وہ جہاں بیٹھ گیا ، ایک جہاں

کو سچا مسلمان بناکر اٹھا ۔ علم اگر روح عمل سے خالی ہو تو عموماً انسان میں خود پسندی اور پندار پیدا کردیتا ہے ۔ لیکن دارالعلوم دیوبند کا علم چونکہ روکھا پھیکا علم نہ تھا ، بلکہ اس میں اخلاق و عمل اور عشق و محبت کا سوزوساز بھی شامل تھا ۔ اس لئے اس کی تیسری خصوصیت یہ رہی ہے کہ اس کا پورا ماحول تواضع اور سادگی اور بے تکلفی کا ماحول تھا ۔ وہاں ہر شخص علم و عمل کا آفتاب ہونے کے باوجود عبدیت اور تواضع کا پیکر تھا اس جماعت کے افراد ایک طرف علمی وقار استغناء اور خودداری کے حامل تھے اور دوسری طرف فروتنی ، خاکساری اور ایثار وزہد کے جذبات سے معمور ۔ دارالعلوم کے بانی حضرت مولانا محمد قاسم نانوتوی رحمہ اللہ ہر علم وفن سے یکتائے روزگار تھے، ان کی تصانیف آج بھی ان کے علوم کی شاہد ہیں ، لیکن سادگی کا عالم یہ تھا کہ ان کے پاس کبھی کپڑوں کے دو سے زائد جوڑے جمع نہیں ہوئے دیکھنے والا پتہ بھی نہ لگاسکتا تھا کہ یہ وہی مولانا محمد قاسمؒ ہیں ، جنہوں نے مسلمانوں ہی سے نہیں غیر مسلموں اور مخالفوں سے بھی اپنے علم وفضل کا لوہا منوایا ہے ۔ حضرت مولانا سید احمد دہلویؒ دارالعلوم کے قرن اول کے اساتذہ میں سے تھے اور فلسفہ ، ریاضی ہئیت اور دیگر عقلی علوم میں اس وقت ان کا ثانی نہیں تھا ، انہوں نے ساری عمر دیوبند کے قصبہ میں گذاری اور اس حالت میں دنیا سے تشریف لے گئے کہ دیوبند میں ان کی ذاتی جائیداد تو کجا رہنے کا امکان بھی اپنا نہیں تھا ۔ تعظیمی القاب کے تکلفات تو بہت بعد میں پیدا ہوئے ۔ حضرت شیخ الہند مولانا محمود الحسن صاحبؒ جو دارالعلوم کے پہلے طالبعلم تھے اور بعد میں علم وسیاست دونوں میدانوں میں عالمگیر شہرت حاصل کی جب وہ دارالعلوم کے صدر مدرس ہوئے تو انہیں صرف " بڑے مولوی صاحب" کہا جاتا تھا ۔ مفتی عزیز الرحمان صاحب دارالعلوم کے مفتی اعظم تھے لیکن مجھے ذاتی طور پر علم ہے کہ وہ محلے کی بیواؤں ، یتیموں اور بیکس افراد کا سودا سلف خود اپنے ہاتھوں سے لاکر انہیں پہنچایا کرتے تھے ۔ حضرت مولانا سید اصغر حسینؒ (جو حضرت میاں صاحب کے نام سے معروف ہیں) حدیث کے اونچے درجہ کے اساتذہ میں تھے ۔ لیکن آخر عمر تک ایک کچے مکان میں مقیم رہے اور صرف اسلئے پختہ مکان نہیں بنوایا کہ محلہ غریبوں کا تھا اور جبتک سب کے مکان پختہ نہ بن جائیں اپنا مکان پکا کرانے کو دل نہیں مانتا تھا ۔ حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی صاحب تھانویؒ جنہیں آج دنیا اس صدی کے عظیم رہنما کی حیثیت سے جانتی ہے اور جنہوں نے ایک ہزار سے زیادہ تصانیف چھوڑی ہیں ایک امیر گھرانہ کے چشم وچراغ تھے، لیکن دارالعلوم میں طالب علمی ہی کے زمانے میں اوقات کے نظم وضبط کا عالم یہ تھا کہ انکی مصروفیات کو دیکھ کر وقت معلوم کیا جاسکتا تھا، زمانہ امتحان کا ہو یا عام تعلیم کا ہمیشہ عشاء کے بعد سوجاتے اور آخر شب میں تہجد کیلئے بیدار ہوتے ۔ اس معمول میں کبھی فرق

نہیں آیا۔اس علمی ادارے کی چوتھی خصوصیت یہ ہے کہ اس نے اپنے مسلک اعتدال کی طرف دعوت اور دوسروں پر تنقید کے سلسلے میں پیغمبرانہ اسلوب تبلیغ اختیار کیا جس میں مخالف کو زیر کرنے کے بجائے اسکی دینی خیرخواہی کو زیادہ اہمیت حاصل ہوتی ہے ۔ دارالعلوم دیوبند نے حق کے معاملے میں مداہنت کو کبھی گوارا نہیں کیا اور جس بات کو حق سمجھا اس کا برملا اظہار کیا لیکن اس اظہار میں حکمت اور نرمی کا پہلو ہمیشہ مدنظر رکھا گیا۔دارالعلوم دیوبند کا اصل مقصد چونکہ دین کی حفاظت تھا اور یہ مقصد اس وقت تک حاصل نہ ہوسکتا تھا جبتک ایک جماعت دوسرے ہرکام کو چھوڑکر صرف اسی کی نہ ہورہے اسلئے انہوں نے دنیوی مناصب اور عہدوں سے قطع نظرکر کے خود پیٹ پر پتھرباندھ کر اس خدمت کو انجام دیا، لیکن عام مسلمانوں کی مادی ترقی کی فکر انہیں ہمیشہ دامن گیر رہی اور انہوں نے ہراس پرخلوص تحریک کے ساتھ مقدور بھرتعاون کیا جو دین کو محفوظ رکھتے ہوئے مسلمانوں کی اجتماعی فلاح اور مادی ترقی کا مقصد لےکر آگے بڑھی، ہاں جس کی جگہ مادی ترقی کے شوق میں انہیں دین پامال ہوتا نظرآیا وہاں وہ دین کی حفاظت کیلئے سد سکندری بن گئے اور اسی کا نتیجہ ہے کہ دوسوسال تک انگریز اور ہندو کی دوہری چکی میں پسنے کے باوجود اللہ کے فضل وکرم آج دین اپنی صحیح شکل میں محفوظ ہے ۔ برصغیر میں دین کو سمجھانے والے اسکی دعوت دینے والے اور اس پر اپنا سب کچھ قربان کرنے کا جذبہ رکھنے والے موجود ہیں اور عام مسلمان بھی مغربی افکار کے بےپناہ سیلاب کے باوجود نظری طور پر آج بھی مسلمان ہیں اور اسلام پر فخرکرتے ہیں ۔

دارالعلوم دیوبند نے جتنی عظیم شخصیتیں پیدا کیں اتنی شخصیتیں کم ہی کسی علمی درسگاہ کے حصے میں آتی ہیں ۔ شیخ الہند حضرت مولانا محمودالحسن صاحبؒ حضرت علامہ انورشاہ کشمیریؒ، حکیم الامت مولانا اشرف علی تھانویؒ ، حضرت مولانا مفتی عزیزالرحمن صاحبؒ، حضرت مولاناشبیراحمد عثمانی صاحبؒ، حضرت مولانا مناظراحسن گیلانیؒ اور نہ جانے علم وعمل کے کیسے کیسے آفتاب ومہتاب اس درسگاہ سے پیدا ہوئے جن میں سے ہرشخص ایک مستقل جماعت کی حیثیت رکھتا تھا ۔ دارالعلوم دیوبند درحقیقت انہی شخصیتوں اور اسی طرزفکر اور طرز عمل کا نام ہے جسکی مختصر تشریح اوپر پیش کی گئی ۔ میں نے اپنی آنکھ دارالعلوم دیوبند ہی کے پرنور صحن میں کھولی اور ترپن (۵۳) سال اس مادر علمی کی آغوش میں گذارے ہیں اور میں سمجھتا ہوں کہ اسکے انوار وفیوض کا ہرشعبہ ایک ضخیم تصنیف چاہتا ہے اوہ آج جب کوئی شخص مجھ سے یہ پوچھتا ہے کہ دارالعلوم دیوبند کس چیز کا نام ہے ؟ اور اسکےامتیازی خصائص کیا ہیں ؟ تو میں اس شعر کے سوا ان سوالات کا کوئی جواب نہیں دے پاتا کہ:

بلبل چہ گفت وگل چہ شنید و صبا چہ کرد ؟ اکنوں کرا دماغ کہ پرسد ز باغباں

جناب ڈاکٹر نثار محمد صاحب
شعبہ علوم دینیہ اسلامیہ کالج پشاور

مسلمانوں کی طبّی خدمات

طب عربی زبان کا لفظ ہے اور اسکے معنی ہیں جھاڑ پھونک اور ٹونے ٹوٹکے وغیرہ (۱) حدیث شریف میں یہ لفظ انہی معنوں میں استعمال ہوا ہے۔ ایک حدیث میں " رجل مطبوب" کا لفظ استعمال کیا گیا ہے جس کے معنی ہیں ایک ایسا شخص جس پر جادو کا اثر ہوا ہو (۲) چونکہ یہ علم ابتدا میں جھاڑ پھونک اور مذہبی اعتقادات ونظریات پر مبنی تصورات سے شروع ہوا۔ اس لئے اس کے لئے طب کا لفظ استعمال کیا جانے لگا۔ طب پر زمانہ قدیم سے مذہب کا اثر رہا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ ہر دور میں طب اور مذہب کا تعلق برقرار رہا اور آج کے اس جدید طبی دور میں بھی لوگ علاج کے لئے مذہب ہی کی طرف رجوع کرتے ہیں۔ طب جس جدید شکل میں آج ہمارے سامنے موجود ہے۔ اس کو یہاں تک پہنچانے میں بے شمار طبی ماہرین کی کاوشیں شامل ہیں۔ ان میں سے بعض کے نام تو تاریخ کی کتابوں میں مرقوم ہیں۔ اور بعض کے ناموں سے بھی لوگ واقف نہیں ہیں۔ (۳)۔

طب کا سفر انسان کے ساتھ کب شروع ہوا؟ اس کی کوئی قابل اعتماد شہادت نہیں ملتی۔ تاہم اتنی بات ضرور ہے کہ جب سے اس کرہ ارض پر انسانی زندگی کا آغاز ہوا۔ تب سے طب کا سفر بھی اس کے ساتھ شروع ہوا۔ خیال کیا جاتا ہے کہ طب کا آغاز بابل اور نینوا نامی شہروں سے بھی پہلے تقریباً پانچ ہزار قبل مسیح میں ہوا تھا۔ (۴)۔ قدیم طب میں کسی بھی بیماری کے بارے میں سمجھا جاتا تھا کہ یہ بیماری اس انسان کے کسی گناہ کی وجہ سے اس پر نازل ہوئی ہے۔ (۵)۔ بعض لوگوں کا خیال تھا کہ ناقابل علاج بیماریاں کسی ماورائی طاقت (VITAL FORCE) کے غیض وغضب کا نتیجہ ہے۔ اور اس کا علاج بھی وہی بالائی طاقت (دیوی دیوتا وغیرہ) ہی کر سکتی ہے۔ (۶)۔ تمام قدیم تہذیبوں (مصری، چینی، رومی، ہندی اور یونانی) میں ایک بات قدر مشترک تھی کہ ان سب نے بیماری کو انسان کی اندر کے کسی جسمانی خرابی کے طور پر تسلیم نہیں کیا تھا بلکہ کسی ماورائی طاقت کے غیض وغضب کی کارستانی قرار دیا تھا۔ اور یہ کہ اسکا علاج بھی اسی طاقت کے ذریعے ممکن ہے۔

دوسرے علوم وفنون کی طرح یونانیوں کو طب کی ترویج میں بھی بڑا دخل ہے۔ یہی وجہ ہے کہ یونانی فلسفی اور سائنسدان جالینوس (GALEN) کو طب جدید کا بانی تصور کیا جاتا ہے۔ (۷)۔

جالینوس بقراط (۴۶۰ ق م) کا شاگرد تھا۔ بقراط نے ۵۰۰ ق م میں اس فن پر ایک خاندان کی اجارہ داری ختم کرکے اس کو عام کردیا۔ اس کا نام طب کی تاریخ میں اس وجہ پر بھی یاد رکھا جائے گا کہ انہوں نے علوم وفنون کو توقعات سے ہٹاکر مشاہدات اور تجربات کے راستے پر لگادیا۔ (۸)۔ اور اسی سے طبی تعلیم کی ابتدا ہوئی۔ جو بعد میں میڈیکل سکولوں کے قیام کا سبب بنی۔ (۹)۔ اسی بنا پر بقراط کو بابائے طب جدید (FATHER OF MEDICINE) تسلیم کیا جاتا ہے۔ (۱۰)۔

یونان پر رومیوں کے حملے کے بعد اسکندریہ طبی کامرکز بنا۔ اور یوں طبی علوم یونانیوں کے ہاتھوں سے نکل کر عیسائیوں کو منتقل ہوئے اور اب علاج معالجہ پر چرچ کا قبضہ ہوگیا۔ علاج کا طریقہ یہ تھا کہ مریض چرچ میں پادری کے سامنے "اعتراف گناہ" کرکے اپنے آپ کو بیماریوں سے نجات دلاتا تھا۔ اور یوں علاج اور بیماری چرچ کا معاملہ بن گیا۔ اس عمل کی وجہ سے پادریوں نے بیمار لوگوں کو دونوں ھاتوں سے لوٹنا شروع کردیا اور بےچارے بیمار صحتیابی کی خاطر پادریوں کا یہ ظلم برداشت کرتے رہے۔ (۱۱)۔

دنیا کا پہلا شفاخانہ :- بقراط کو یہ اعزاز بھی حاصل ہے کہ انہوں نے دنیا کے پہلے شفاخانے کی داغ بیل ڈالی تھی۔ اس نے رب الشفا کے معبد میں زائرین کے لئے ایک چھوٹا سا شفاخانہ کھول رکھا تھا۔ جس میں غریب اور نادار مریضوں کا مفت علاج کیا جاتا تھا۔ یونانی زبان میں اس شفاخانے کا نام "افنورکین" تھا۔ جس کے معنی بیمارستان یا ہسپتال کے ہیں۔ (۱۲)۔

طب عربی (ARABIAN MEDICINE) طب عربی سے مراد صرف عربی زبان بولنے والوں کی طب نہیں ہے۔ بلکہ حقیقت میں اس سے مراد طب اسلامی یعنی مسلمانوں کی طب ہے۔ کیونکہ اس زمانے میں مسلمان حکومت کی سرحدیں افریقہ، یورپ میں سپین اور ایشیا میں ایران اور ماوراء النھر تک پھیلی ہوئی تھیں۔ لہذا اس زمانے میں طب پر غیر عرب مسلمانوں نے بھی کافی کام کیا۔ اس لئے اس کا نام طب عربی کے بجائے طب اسلامی زیادہ موزوں ہوگیا۔ (۱۳)۔ مغربی مفکرین ساتویں صدی عیسوی تا ۱۳ ویں صدی عیسوی تک کے درمیانی عرصے کو تاریک دور (DARK AGE) کے نام سے موسوم کرتے ہیں۔ (۱۴) حالانکہ عین اسی عرصے میں مسلمانوں نے پوری دنیا میں علم کی شمع کو روشن کئے رکھا تھا۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ اس علم کی ابتداء یونانیوں سے ہوئی۔ لیکن اس کو پروان

چڑھانے میں مسلمانوں کا بڑا ہاتھ ہے۔ (۱۵)۔ اس لئے کہ مسلمانوں نے یونانی کتابوں کے عربی میں ترجمے کرواکے ان پر مزید تحقیق جاری رکھی۔ (۱۶) ۷۱۱ء میں پیغمبرخدا صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے صرف ۸۰ سال بعد مسلمان یورب میں داخل ہوئے اور تقریباً ۸۰۰ سال (۷۱۱ء تا ۱۴۹۲ء) تک سپین پر حکومت کی۔ سسلی (CICLY) تقریباً ۲۰۰ برس تک مسلمانوں کے زیر نگین رہا۔ ۸۴۶ء میں مسلمان اٹلی کے جنوبی علاقے اور روم پر قابض ہوگئے اور ۸۶۹ء میں مالٹا بھی مسلمانوں کے قبضہ میں آگیا (۱۷)۔ مسلمانوں نے جن جن علاقوں کو فتح کیا وہاں اپنے علوم وفنون کو بھی ترویج دی اور یوں انہی مفتوحہ علاقوں کے ذریعے طب اسلامی یورپ کے علاقوں تک پہنچی۔ (۱۸)۔ یہ بات اظہرمن الشمس ہے کہ اسلامی علوم نے مغربی علوم کو بہت متاثر کیا اور آج بھی یورپ میں بہت سارے عربی نام استعمال کئے جارہے ہیں۔ مثلاً الجبرا (AL-GEBRA) الکحل (AL-COHOL) وغیرہ وغیرہ۔ اس سے صاف ظاہر ہوتا ہے کہ اس زمانے میں اسلامی علوم مغربی علوم سے کہیں زیادہ ترقی یافتہ تھے (۱۹)۔

علوم وفنون کی ترویج میں اسلام کا حصہ :- مسلمانوں کی علم دوستی کا اندازہ اس بات سے لگایا جاسکتا ہے کہ جن علاقوں کو مسلمانوں نے قبضہ کیا وہاں کے علوم کے مراکز کو نہ صرف محفوظ کیا بلکہ اس میں مزید وسعت بھی پیدا کردی۔ (۲۰) اس کی مثال ایران میں جندی شاہ پور کا طبی مدرسہ ہے۔ جس کو مسلمانوں نے نہ صرف جاری رہنے دیا بلکہ اس کو مزید ترقی دیکر طب اسلامی کا گہوارہ بنادیا جہاں سے بعد میں بڑی نامی گرامی طبی شخصیات فارغ التحصیل ہوئیں۔ (۲۱)۔ اس کے برعکس غیر مسلموں نے جب بھی مسلمان علاقوں پر قبضہ کیا نہ صرف وہاں کے ہزاروں مسلمانوں کو تہہ تیغ کیا بلکہ ان کے علمی خزانوں کو بھی تباہ وبرباد کرکے رکھ دیا (۲۲)۔ طب اسلامی کی ترویج واشاعت میں مسلمان حکمرانوں کا بھی بڑا ہاتھ ہے۔ طبی علوم کی شاہی سرپرستی ہی کی بنا پر مسلمان اطباء تحقیق کے کام کو آگے جاری رکھنے کے قابل ہوسکے۔ (۲۳)۔ ۸ ویں صدی عیسوی میں مسلمانوں نے نہ صرف یونانی علوم کو عربی جامہ پہنانا شروع کیا بلکہ ان کو ناقدانہ انداز میں پرکھا بھی۔ (۲۴) طب کے میدان میں مسلمانوں کی سب سے بڑی خدمت ادویات کی ایجاد ہے۔ (۴۰) کیونکہ عرب معالجاتی علوم میں بڑی دلچسپی رکھتے تھے۔ (۲۵) یہ عرب ہی تھے جنہوں نے نہ صرف دواسازی کی صنعت کی داغ بیل ڈالی بلکہ ادویات کو ان کے اجزا اور خواص کے ساتھ الگ کتابی شکل میں جمع بھی کیا۔ (۲۶)۔

یہ عرب ہی تھے جنہوں نے دنیا کا پہلا منظم دواخانہ قائم کیا۔ (۲۷) مشہور مسلمان سائنسدان جابر ابن

حیان (۷۷۸ء) (۲۸) کو طب اسلامی کے حوالے سے "عرب دواسازی" کا باپ کہا جاتا ہے۔

اسلامی دور کے شفاخانے اور ہسپتال:۔ مسلمان طبی میدان میں صرف تحقیق وتالیف کی طرف متوجہ نہیں ہوئے بلکہ اپنی تحقیقات کو عملی طور پر آزمایا بھی جس کے لئے جگہ جگہ شفاخانے اور ہسپتال کھولے گئے تھے۔ بغداد کو ۸ ویں صدی عیسوی کا پیرس، ہوٹلوں، محلات، مساجد اور ہسپتالوں کا شہر کہا جاتا ہے۔ (۲۹) دنیا کا پہلا منظم ہسپتال عباسی خلیفہ ھارون الرشید (۷۸۶ء تا ۸۰۹ء) (۳۰) نے نویں صدی میں بغداد میں قائم کیا تھا۔ (۳۱)۔ بغداد کے علاوہ مسلمانوں نے اپنے مفتوحہ علاقوں میں بھی شفاخانے تعمیر کروائے تھے۔ جن میں قرطبہ اور سپین کے شفاخانے بہت مشہور ہیں۔ ان تمام شفاخانوں میں بغیر کسی مذہبی یا نسلی امتیاز کے سب کا یکساں علاج کیا جاتا تھا۔ (۳۲) دور امیہ میں پہلا ہسپتال ۷۰۶ء میں دمشق میں تعمیر کیا گیا تھا۔ عباسی خلیفہ المتوکل (۳۳) (۸۲۲ء تا ۸۶۱ء) کے زمانے میں ۸۷۲ء میں قاہرہ میں پہلا ہسپتال قائم ہوا۔ (۳۴) اس ہسپتال کے علاوہ قاہرہ میں ایک اور شفاخانہ بھی قائم تھا جس میں ہر مرض کے لئے الگ الگ وارڈ قائم تھے۔ اس میں بیرونی مریضوں کے لئے ایک اوپی ڈی (O.P.D) کا شعبہ بھی قائم تھا۔ (۳۵) خلیفہ مامون (۳۶) نے ۸۳۰ء میں بغداد میں ایک شاہی لائبریری قائم کی تھی جس کا نام بیت الحکمت (HOME OF WISDOM) رکھا گیا تھا۔ اس شاہی لائبریری میں اس وقت کے بڑے بڑے اطباء طبی مباحث میں حصہ لیتے تھے۔ اسی بیت الحکمت کے زیر انتظام یونانی کتابوں کے عربی میں ترجمے ہوتے تھے اور ہر ترجمے کے عوض مترجم کو کتاب کے وزن کے برابر سونا دیا جاتا تھا۔ (۳۷) مصر میں دجلہ کے کنارے "ابن السفرات" نامی شفاخانہ قائم ہوا جس کے چیف طبیب ثابت ابن سنان (۸۲۶ء ـ ۹۰۱ء) تھے۔ اس کے ساتھ ساتھ وہ بغداد کے جملہ ہسپتالوں کے انچارج بھی تھے۔ انھوں نے پہلی بار گشتی شفاخانوں کا اجراء کیا (۳۸)۔ مسلمانوں کی مذہبی رواداری کا یہ حال تھا کہ ایران میں جندی شاہ پور کے میڈیکل کالج کا منتظم اعلیٰ ایک عیسائی تھا جس کا نام جارجس (۳۹) تھا وہ اپنے زمانے میں فن طب کا استاد سمجھا جاتا تھا۔ (۴۰) اس کے علاوہ بغداد میں ایک اور بڑا ہسپتال ۹۸۱ء میں عضدالدولہ (۴۱) نے قائم کیا تھا جس کے انچارج مشہور مسلمان طبیب اور سائنسدان ابوبکرالرازی (۴۲) (۸۶۴ء ـ ۹۲۵ء) تھے اور انکے ماتحت تقریباً ۲۴ ڈاکٹروں کی ایک جماعت کام کرتی تھی۔ (۴۳) جن میں ابونصر فارابی (۴۴) اور یعقوب الکندی (۴۵) کے نام قابل ذکر ہیں۔ یہ اس زمانے کی ایک قسم کی میڈیکل یونیورسٹی تھی جس میں علاج کے ساتھ ساتھ میڈیکل کی تعلیم بھی دی

جاتی تھی ۔ اس ہسپتال میں نرسوں کی تعلیم و تربیت کا بھی انتظام تھا ۔ جدید تدریسی ہسپتالوں کی طرح اس ہسپتال میں بھی پہلے طلباء طب مریض کا معائنہ کرتے تھے ۔ اور اگر وہ تشخیص میں ناکام ہوجاتے تو پھر طبیب الاطباء امام رازی خود مریض کا معائنہ کرکے مرض کی صحیح نشاندہی کرتے تھے ۔ (۴۶) ۔ بغداد کے تمام ہسپتالوں کے لئے ایک محتسب مقرر کیا گیا تھا ۔ (۴۷) جو ہسپتالوں کا اچانک معائنہ کرکے غیر حاضر عملے کی سرزنش کرتا (۴۸) ۔ سلطان صلاح الدین ایوبی (۴۹) (۱۱۳۸ء ۔ ۱۱۹۳ء) نے ناطیو محل کو ایک بہت بڑے ہسپتال میں بدل دیا تھا جس میں خواتین کے لئے الگ الگ وارڈ مقرر کئے گئے تھے اور بیمار خواتین کے لئے الگ خواتین ڈاکٹر بھی متعین تھیں ۔ اس ہسپتال میں ڈاکٹروں کے مطالعے کے لئے ایک الگ لائبریری بھی تھی جس میں ڈاکٹر فارغ وقت میں بیٹھ کر مطالعہ کرتے تھے ۔ (۵۰) ۔ قاہرہ میں سلطان المنصور (۵۱) نے ۱۲۸۳ء میں ایک بہترین ہسپتال قائم کیا تھا جس کو بیمارستان المنصور کے نام سے موسوم کردیا گیا تھا ۔ اس ہسپتال میں ۸ ہزار مریضوں کیلئے گنجائش رکھی گئی تھی ۔ جس میں الگ الگ وارڈ تھے ۔ ڈسچارج کرتے وقت مریض کو گھر کے علاج کیلئے پانچ پیسے بھی دیے جاتے تھے ۔ (۵۲) ذہنی مریضوں کے لئے یورپ میں پہلا مینٹل ہسپتال ۱۴۱۰ء میں قائم کیا گیا تھا جبکہ مسلمانوں نے یورپ والوں سے دوسو سال قبل ۱۲۸۷ء میں قاہرہ میں المنصور ہسپتال میں مینٹل وارڈ قائم کیا تھا ۔ (۵۳) طب اسلامی کے حوالے سے دو شخصیات ایسی ہیں جن کا ذکر نہ کرنا اس پیشے سے زیادتی ہوگی ان میں ایک محمد بن زکریا الرازی (۸۶۰ء ۔ ۹۳۲ء) ہیں جنہوں نے بندروں پر تجربات کرکے چیچک اور خسرہ کا علاج دریافت کیا (۵۴) جبکہ دوسری شخصیت کا نام بو علی سینا (۵۵) (۹۸۰ء ۔ ۱۰۳۷ء) ہے انکی مشہور کتاب " القانون فی الطب " کئی سو سال تک یورپ کے میڈیکل کالجوں میں ٹیکسٹ بک کے طور پر پڑھائی جاتی تھی اور آج بھی پیرس یونیورسٹی کے مین گیٹ پر بو علی سینا کی پورٹریٹ کو عزت کی نگاہ سے دیکھا جاتا ہے ۔ (۵۶) سرجری پر کام کرنے والے پہلے مسلمان طبیب ابوالقاسم الزہراوی (۵۷) (۹۳۰ء ۔ ۱۰۱۳ء) ہیں ۔ جنہوں نے اپنی کتاب میں جراحی کے آلات کی شکلیں بنائی اور انکے نام بتائے اسی بناپر انکو امام الجراحین کہا جاتا ہے انکی اس علمی کاوش ہی کی بناپر اھل یورپ نے فن جراحت میں قدم رکھا (۵۸) ۔

<u>ڈاکٹروں کی رجسٹریشن اور تحریری امتحان</u> :- عباسی دور حکومت میں تمام جنرل پریکٹشنرز کیلئے ایک سخت امتحان کو پاس کرنا ضروری قرار دیا گیا تھا ۔ ۹۳۱ء میں خلیفہ المقتدر نے اپنے چیف معالج سنان ابن ثابت کو حکم دیا کہ وہ بغداد میں پریکٹس کرنے والے تمام ڈاکٹرز سے ایک تحریری امتحان

لیکر انکی چھانٹی کرے اوران کو پریکٹس کی اجازت دیں جو مطلوبہ تحریری امتحان پاس کریں اور یوں انہوں نے بغداد کے تمام ڈاکٹروں سے ایک مشکل امتحان لیا اور جن لوگوں نے یہ امتحان پاس کیا ان کو ایک سرٹیفیکیٹ دیکر پریکٹس کرنے کی اجازت دے دی گئی۔ ایسے تمام ڈاکٹروں کو باقاعدہ رجسٹرڈ کیا گیا۔ اس کا فائدہ یہ ہوا کہ بغداد نیم حکیموں سے پاک ہوگیا۔ لیکن اسکے باوجود بغداد میں رجسٹرڈ ڈاکٹروں کی کل تعداد ۹۰۰ کےقریب تھی۔ (۵۹)۔ یہی قانون مامون اور المعتصم کے زمانے میں بھی رائج تھا (۶۰) یہاں اس بات کا تذکرہ بھی ضروری معلوم ہوتا ہے کہ یورپ میں ڈاکٹروں کی رجسٹریشن کا قانون سب سے پہلے سسلی (CICLY) کے بادشاہ راجر دوم (۶۱) (ROGER-II) نے ۱۱۴۰ء میں اپنے ملک میں نافذ کیا تھا اس کے بعد فریڈرک دوم (۶۲) (FREDRIC-II) نے اس کو مزید بہتربناکر ۹ سالہ نصاب بھی اس میں شامل کیا اور ۱۲۸۳ء میں یہی قانون سپین میں اور پھر ۱۳۴۷ء میں جرمنی میں بھی نافذ کیا گیا (۶۳)۔ جس زمانے میں اہل یورپ متعدی اور چھوت کی بیماریوں سے تنگ آچکے تھے۔ عین اسی زمانے میں مسلمان ڈاکٹروں نے گریناڈا (غرناطہ) میں ان بیماریوں کے پھیلنے کے اسباب دریافت کیے اور بتایا کہ متعدی بیماریاں مریض کے بہت قریب رہنے کی بنا پر دوسرے تندرست انسان کو منتقل ہوتی ہیں اور جو لوگ مریض سے دور رہتے ہیں ان کو یہ بیماری لگنے کا اندیشہ بہت کم ہوتا ہے۔ (۶۴)۔

اسلامی دور کے ہسپتالوں کی خصوصیات :- (۱). علاج میں مساوات :-

اسلامی دور کے تمام ہسپتالوں میں بغیر کسی نسلی، لسانی اور مذہبی امتیاز کے سب کا یکساں علاج ہوتا تھا۔ بعض ہسپتالوں کے انچارج غیر مسلم ڈاکٹر تھے جن کو وہ تمام مراعات حاصل تھیں جو مسلمان اطباء کو حاصل تھے۔ ان غیر مسلم اطباء میں ابن آشال، جبریل بن بختی شوع، منکہ اور ابن دھن وغیرہ کے نام قابل ذکر ہیں۔ (۲). علیحدہ وارڈ :- ان ہسپتالوں کی ایک خصوصیت یہ بھی تھی کہ ان میں مردوں اور عورتوں کے لئے الگ الگ وارڈ ہوتے تھے۔ خواتین کے وارڈ لیڈی ڈاکٹر کے سپرد تھے۔ اس کے علاوہ مختلف بیماریوں کےلئے بھی الگ الگ وارڈ ہوتے تھے۔ (۳). فراہمی آب :- ان تمام ہسپتالوں میں پانی کا بندوبست کیا گیا تھا نیز غسل خانے بھی تعمیر کیے گئے تھے۔ (۶۵)۔ (۴) سپیشلسٹ ڈاکٹرز کی تعیناتی :- ان تمام شفاخانوں میں ماہرڈاکٹر متعین تھے۔ نیز باہرپرائیوٹ پریکٹس کےلئے بھی صرف مستند ڈاکٹروں کو اجازت نامے جاری کیے گئے تھے۔ (۶۶)۔ (۵). تدریسی ہسپتال یہ ہسپتال صرف علاج معالجے کیلئے مختص نہیں تھے بلکہ ان میں طلباء کو تربیت بھی دی جاتی تھی۔

(۶۷)۔ (۶)۔ مریضوں کی ہسٹری اور ریکارڈ :- تاریخ میں پہلی بار ان ہسپتالوں میں مریضوں کا ریکارڈ رکھا گیا۔ (۶۸)۔ (۷)۔ ادویات کی فراہمی :- ان تمام ہسپتالوں میں دواخانے اور میڈیکل سٹور کھولے گئے تھے جن میں تمام ضروری ادویات موجود ہوتی تھیں تاکہ مریض یا ڈاکٹر کو دوائی کے حصول میں کوئی دقت کا سامنا نہ کرنا پڑے۔ مقام تعجب ہے کہ یورپ والے مسلمانوں کے اس سنہرے دور کو" تاریک دور " کے نام سے یاد کرتے ہیں۔ حالانکہ طبی میدان میں اہل یورپ مسلمانوں کے خوشہ چیں ہیں اور جب یورپ میں لوگ علاج معالجے کے تصور سے بھی ناواقف تھے مسلم دنیا میں اس وقت بڑے بڑے ہسپتال قائم تھے جو عوام کو مفت علاج فراہم کرتے تھے۔

حواشی

(۱)۔ جمہرۃ اللغۃ زیر لفظ (طب)، المنجد زیر لفظ (طب) (۲)۔ صحیح بخاری کتاب الطب باب السحر
(۳)۔ انسائیکلوپیڈیا برٹانیکا زیر لفظ (میڈیسن) (۴) (الف)۔ تاریخ طب ص: ۱۷ (ب)۔ دیکھئے:
A SHORT HISTORY OF MEDICINE, P:10 (۵)۔ ایضاً حوالہ نمبر ۴ (الف) صفحہ ھذا (۶) ایضاً
(۷)۔ اسلامی انسائیکلوپیڈیا زیر عنوان " میڈیسن" (۸) دیکھئے: (۹)۔ انسائیکلوپیڈیا برٹانیکا زیر عنوان " میڈیکل ایجوکیشن" (۱۰)۔ جرنل آف میڈیکل سائنس (JMS) خیبر میڈیکل کالج پشاور جلد نمبر ۲ ص: ۱ دسمبر ۱۹۹۰ء (۱۱)۔ دیکھئے: INFLUENCE OF ISLAM ON WESTERN CIVILIZATION P:49 (۱۲)۔ دیکھئے:
تاریخ طب، ص: ۲۲ (۱۳)۔ دیکھئے: (الف)۔ HISTORY OF THE ARABS: P. 240
(ب)۔ ENCYCLOPAEDIA BRITANNICA "ARABIAN MEDICINE"
(۱۴)۔ دیکھئے: (الف)۔ ISLAMIC MEDICINE (SHAHID) P.1
(ب)۔ MUSLIM CONTRIBUTION TO SCIENCE P.14 (۱۵)۔ اسلامی انسائیکلوپیڈیا ص: ۱۰۸۷
(۱۶)۔ تاریخ طب ص: ۹ (۱۷)۔ (الف)۔ تاریخ اسلام (امرتسری): ۴۴۴ (ب)۔ یورپ پر اسلام کے احسانات ص: ۸۷، ۱۱۴ (۱۸)۔ دیکھئے حوالہ نمبر ۱ (الف) صفحہ ھذا (۱۹)۔ دیکھئے: A SHORT HISTORY OF MEDICINE P.81 (۲۰)۔ دیکھئے حوالہ نمبر ۵ (ب) صفحہ ھذا (۲۱)۔ دیکھئے: ARABIAN MEDICINE P. 20 (۲۲)۔ سپین پر جب ۱۴۹۲ء میں عیسائیوں نے دوبارہ قبضہ کرلیا تو انکی مذہبی عدالتوں نے ابتدائی چند دنوں میں ۲۸ ہزار ۵ سو مسلمانوں کو سزائے موت دی جبکہ یلغار کے وقت قتل کیے گئے مسلمانوں کی تعداد ان کے علاوہ ہے۔ (ملاحظہ ہو غلام جیلانی برق کی کتاب (یورپ پر اسلام کے احسانات) (۲۳)۔ تاریخ طب ص: ۲۸ (۲۴) ایضاً (۲۵) انسائیکلوپیڈیا برٹانیکا " طب عربی" (۲۶)۔ دیکھئے: دی عرب، اے شارٹ ہسٹری (انگریزی) ص: ۹۰ (۲۷)۔

MEDICINE(SHAHID)P.5 . (۶۷) دیکھئے: THE ARABS,A SHORT HISTORY P.109 . (۶۸)
دیکھئے: THE INFLUENCE OF ISLAM ON WESTERN CIVILIZATION P.52 . (۶۹) دیکھئے
حوالہ نمبر ۲، صفحہ ھذا۔

مراجع ومصادر

(۱). قرآن کریم (۲) اسلامی انسائیکلوپیڈیا، سید قاسم محمود، شاہکار بک فاؤنڈیشن کراچی (۳). اردو دائرہ معارف اسلامیہ دانش گاہ، پنجاب لاہور ۱۹۷۱ء (۴). تاریخ الخلفاء جلال الدین سیوطی، مطبع آرام باغ کراچی (۵). تاریخ طب، حکیم راحت نسیم، شیخ بشیر احمد اینڈ سنز لاہور (۶). جمھرۃ اللغۃ، ابن درید مجلس دائرۃ المعارف العثمانیہ حیدر آباد دکن ۱۳۵۱ء (۷). صحیح بخاری، امام محمد بن اسماعیل (۲۵۶ھ) سعید کمپنی کراچی (۸). المنجد، لوئس مالوف، دار الاشاعۃ کراچی ۱۹۷۵ء (۹). یورپ پر اسلام کے احسانات، ڈاکٹر غلام جیلانی برق، شیخ غلام علی اینڈ سنز لاہور (10) ARABIAN MEDICINE/ WILLIAM I WATTS, MC MILLAN CO. Ltd .LONDON,1989 (11).A SHORT HISTORY OF MEDICINE / DUNM LC, CAMBRIDGE , 1965. (12). ENCYCLOPAEDIA BRITANNICA,THE UNIVERSITY OF CHICAGO 1988,U.S.A (13).HEALTH SCIENCE IN EARLY ,HAMARNEH SAMI, K NOOR HEALTH FOUNDATION BLANCO, 1984 (14). HISTORY OF THE ARABS, PHILIPS K. HITTI MIC MILLAN AND COMPANY LONDON. (15) .INFLUENCE OF ISLAM ON WESTERN CIVILIZATION, PROF ZIA-UD-DIN NATIONAL BOOK FOUNDATION KARACHI, 1978 (16). ISLAMIC MEDICINE, SHAHID ATHAR, PAN ISLAMIC PUBLICATION HOUSE, KARACHI, 1989 (17). ISLAMIC MEDICINE, M.SALIM KHAN, ROUTLEDGE AND KEGAN POUL LONDON, 1986 (18). JOURNAL OF MEDICAL SCIENCE (JMS) VOL.I NO.2 KHYBER MEDICAL COLLEGE PESHAWAR (19). MEDIEVAL ISLAMIC MEDICINE / IBN RIDWAN, UNIVERSITY OF CALIFORNIA PRESS;LONDON , 1984. (20). MUSLIM CONTRIBUTION TO SCIENCE , M.ABDUR REHMAN KASHMIRI, BAZAR LAHORE ,1969. (21) .SCIENCE IN HISTORY, J.D BERNAL ,THE M.I.T PRESS CAMBRIDGE , 1974 (22). THE ARABS ,A SHORT HISTORY ,PHILIPS K.HITTI MC MILLAN Co. Ltd. LONDON (23).THE GLORIES OF ISLAM, NOOR AHMAD ,FEROZ SONS Ltd. LAHORE, 1961 (24). THE CYCLOPAEDIA OF MEDICINE AND SURGERY SPACILITIES F.A.DAVIS Co. PHILADELPHIA, 1959.

ماہر تھے ۔ طبیعات کے استاد مانے جاتے تھے ۔ (۴۶) . یعقوب الکنوی ، فیلسوف العرب کے نام سے جانے جاتے ہیں ۔ نویں صدی میں کوفہ میں پیدا ہوئے ۔ بغداد میں تعلیم حاصل کی ۔ مامون نے اسے یونانی کتابوں کا مترجم مقرر کیا ۔ طب پر انہوں نے ۲۲ رسالے لکھے ہیں ۔ ۸۷۰ء تک زندہ تھے ۔ (۴۷) . (الف) . تاریخ طب ص : ۳۹ ، ۴۰ (ب) . دی عربز : اے شارٹ ہسٹری (انگریزی) ص : ۱۰۹ (۴۸) . دیکھئے : HEALTH SCIENCES IN EARLY ISLAM VOL. II, P.73 (۴۹) . اسی طرز پر آج بھی پوری دنیا میں ہسپتالوں کی دیکھ بھال کے لئے الگ محکمے قائم ہیں جو اچانک چھاپے مار کر نظام کو درست رکھنے کی کوشش کرتے ہیں ۔ (۵۰) . صلاح الدین ایوبی ۱۱۳۸ء میں "تکریت" میں پیدا ہوئے ۔ فاتح بیت المقدس ہیں عیسائی انکے نام سے کانپتے تھے ۔ ۵۵ سال کی عمر میں ۱۱۹۳ء میں فوت ہوئے ۔ (اردو دائرہ معارف اسلامیہ) (۵۱) . ان ہسپتالوں میں استعمال ہونے والی دوائیوں کی ایک لسٹ آج بھی برٹش میوزیم میں دیکھی جاسکتی ہے ۔ (۵۲) . خلیفہ ابو جعفرالمنصور اپنے بھائی کے وفات کے بعد ۱۳۶ھ میں خلیفہ بنا ۔ ان کے دور حکومت میں بغداد شہر کی تعمیر مکمل ہوئی ۔ عباسی حکمرانوں میں سب سے زیادہ سخت مزاج تھا ۔ ۱۵۸ھ میں وفات پائی (دیکھئے تاریخ طبری جلد ہفتم) ۔ (۵۳) . دیکھئے :

(۵۴) . دیکھئے : THE INFLUENCE OF ISLAM ON WESTERN CIVILIZATION P.53

(۵۵) THE GLORIES OF ISLAM, PP:26 - 30 . انسائیکلوپیڈیا برٹانیکا زیر عنوان "عریبین میڈیسن"

(۵۶) . شیخ الرئیس بوعلی سینا بخارا میں پیدا ہوئے ۔ دس سال کی عمر میں قرآن وحدیث ، فقہ اور ادب کا مطالعہ کیا ۔ اس کے بعد یونانی علم کا مطالعہ کیا اور پوری دنیا میں طب کے میدان میں نام پیدا کیا ۔ انکی مشہور تصنیف القانون فی الطب ایک قسم کی میڈیکل انسائیکلوپیڈیا ہے ۔ (اردودائرہ معارف اسلامیہ زیر عنوان ابن سینا) (۵۷) . دیکھئے حوالہ نمبر ۳ صفحہ ھذا ۔ (۵۸) . آپ قرطبہ کے نزدیک زھرا کے مقام پر پیدا ہوئے ۔ قرطبہ جامعہ سے تعلیم حاصل کی ۔ عبدالرحمن سوم کے دربار میں شاہی طبیب مقرر ہوئے اس نے اپنی کتاب میں آلات جراحی کی شکلیں بناکر دنیابھر کے سرجنوں کے رئیس ہونے کا اعزاز حاصل کیا ۔ (۵۹) . دیکھئے انگریزی کتاب : دی عرب ، اے شارٹ ہسٹری ص : ۱۰۹ (The Arabs a Short History P.109) . (۶۰) . دیکھئے : (الف) ۔ INFLUENCE OF ISLAM ON WESTERN CIVILZATION P.49 (ب) . دیکھئے : ISLAMIC MEDICINE (SHAHID) P:6 (۶۱) . دیکھئے : The Glories of Islam P. 25 (۶۲) . راجر دوم سسلی کے بادشاہ راجر اول کے بیٹے تھے ۔ اس نے سسلی شہر کو آباد کرکے اسے دارالخلافہ بنادیا ۔ مشرقی علوم کے ماہر تھے ۔ ۱۱۵۴ء میں فوت ہوا ۔ (۶۳) . فریڈرک دوم سکسونی (SAXONY) کا اصلاح پسند بادشاہ تھا ۔ ۹۷۰ء میں پیدا ہوا ۔ جرمنی کے اتحاد کا داعی تھا ۔ ۱۰۵۴ء میں یہی خواہش دل میں لئے مرگیا ۔ (۶۴) . دیکھئے : A SHORT HISTORY OF ISLAMIC MEDICINE P92 (۶۵) . دیکھئے : THE GLORIES OF ISLAM P.25 (۶۶) . دیکھئے : ISLAMIC

دیکھئے: HEALTH SCIENCES IN EARLY ISLAM VOL - II PP :43 - 55

(۲۸). دیکھئے: INFLUENCE OF ISLAM ON WESTERN CIVILIZATION P.49 (۲۹).
جابر بن حیان کوفہ میں پیدا ہوا۔ اس نے طب میں مفروضات کے بجائے مشاہدات پر زور دیا۔ لاطینی زبانوں میں ان کے کتابوں کے ترجمے ہوئے۔ کیمسٹری میں بطور خاص ان کا نام یاد رکھا جائے گا۔ دیکھئے اسلامی انسائیکلوپیڈیا زیر عنوان جابر ابن حیان)۔ (۳۰). دیکھئے: THE GLORIES OF ISLAM P.25 (۳۱). ہارون الرشید ۱۷۰ھ میں خلیفہ مقرر ہوئے۔ صاحب علم اور علم دوست حکمران تھے۔ عوام کے فلاحی کاموں کیلئے بہت مشہور تھے۔ دیکھئے تاریخ الخلفاء للسیوطی ص: ۲۱۷) (۳۲). تاریخ کے بعض کتب میں پہلے ہسپتال کا قیام مامون سے منسوب کیا گیا ہے۔ (دیکھئے تاریخ ابن خلدون اور تاریخ بغداد) (۳۳). دیکھئے: THE GLORIES OF ISLAM P.25 (۳۴).
المتوکل علی اللہ کا اصل نام ابوالفضل جعفر بن محمد تھا۔ وہ اپنے والد المعتصم کے بعد خلیفہ مقرر ہوا۔ وہ ایک راسخ العقیدہ مسلمان تھا۔ خلق قرآن کے بحث کو روک کر صحیح عقائد کی ترویج کی اس نے عیسائیوں کے لباس پر پابندی لگائی اور مسلمانوں کو اسلامی لباس پہننے کا پابند بنایا۔ آپ کا دور عباسی خلفاء میں خوشحال ترین دور تھا۔ ۸۶۱ء میں قتل کئے گئے دیکھئے اردو دائرمعارف اسلامیہ جامعہ پنجاب۔ (۳۵). دیکھئے: THE ARABS: A SHORT HISTORY PP:90-109 (۳۶). دیکھئے حوالہ نمبر ا صفحہ ھذا (۳۷). مامون ہارون الرشید کے بیٹے تھے۔ ۱۷۰ھ میں پیدا ہوئے۔ ابتدائی تعلیم اپنے والد سے حاصل کی۔ حدیث کی تعلیم بھی اپنے والد ہی سے حاصل کی۔ ۲۱۸ھ میں وفات پائی۔ دیکھئے: تاریخ طبری جلد ۸ متعلقہ باب) (۳۸). دیکھئے:

(i). INFLUENCE OF ISLAM ON WESTERN CIVILIZATION P:51 (ii). ISLAMIC MEDICINE(SHAHID)P:19 (۳۹). دیکھئے: HISTORY OF THE ARABS P:314 (۴۰). جرجیس مشہور طبیب جبریل بن بختی شوع کا بیٹا تھا۔ جندی شاہ پور کا فارغ التحصیل تھا۔ ہارون کے زمانے والد کے مرنے کے بعد شاہی طبیب مقرر ہوا۔ (اردو دائرہ معارف اسلامیہ) (۴۱). دیکھئے: حوالہ نمبر ۷، ص: ۳۰۹
(۴۲). عضدالدولہ: ۲۴ ستمبر ۹۳۶ء کو اصفہان میں پیدا ہوئے۔ ۱۲ سال کی عمر میں حکمران بنے۔ عراق فتح کرنے کے بعد مکران کے ساحلی علاقوں تک پہنچا۔ ۲۶ مارچ ۹۸۳ء کو بغداد میں وفات پائی۔ (۴۳). ابوبکر الرازی ۸۶۴ء / ۲۵۰ھ کو "رے" میں پیدا ہوئے تھے۔ مشہور طبیب کیمیا دان اور فلسفی تھے۔ طب سے شغف رکھنے کی بنا پر رے کے حاکم نے انہیں شہر کے نو تعمیر شدہ ہسپتال کا نگران مقرر کردیا۔ چیچک اور خسرہ پر انکی تحقیق کو ایک خاص مقام حاصل ہے۔ انکی مشہور کتاب "الحاوی" اور "الجدری والحصبہ" ہیں۔ (دیکھئے اردو دائرہ معارف اسلامیہ جامعہ پنجاب، لاہور) (۴۴). دیکھئے: HEALTH SCIENCE IN EARYLY ISLAM VOL. II ,P. 73
(۴۵). ابونصر فارابی ترکی النسل تھے۔ ۸۷۰ء میں پیدا ہوئے۔ حصول علم کیلئے بغداد گئے۔ ارسطو کے کتابوں کے

جناب محمد یونس میئو صاحب
لیکچرار اسلامیات (ڈسکہ)

جدید تحقیق میں تنقید کا مقام

یہ بحث اب بہت پرانی ہوچکی ہے اور دورجدید کی تحقیق وتنقید کے لوازمات اور تقاضوں سے لگا نہیں کھاتی کہ تحقیق اور تنقید دو الگ الگ چیزیں ہیں ۔ بقول ڈاکٹر سید عبداللہ ایک زمانہ تھا کہ بعض اہل قلم بھی تحقیق وتنقید کو دو متضاد چیزیں خیال کیا کرتے تھے ۔ اسی تفریق کی بنیاد پر محقق ونقاد دو متضاد مشاغل کے آدمی خیال کیے جاتے تھے ۔ "یعنی محقق وہ ہے جسے تنقید سے کچھ غرض نہ ہو اور نقاد وہ ہے جو تحقیق سے بالکل بےنیاز ہو، گویا تحقیق وتنقید میں بےوجہ دشمنی پیدا کردی گئی" (۱). اس فکری مغالطے کا نتیجہ بڑا بھیانک برآمد ہوا کہ تحقیق اور تنقید میں باہم ٹھن گئی ۔ لہذا نقاد حضرات نے تحقیقی کاوشوں کو اس مخاصمت میں غیر معیاری قرار دینا شروع کردیا ۔ یوں تحقیق اور تنقید دونوں کی افادیت کو زد پہنچی ۔ تحقیق تو تحقیق خود تنقید بھی سوٴ استفادہ اور تخریب کاری کا شکار ہوگئی ۔ (۲) ۔ اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کیا واقعی تحقیق اور تنقید دوالگ الگ میدان ہیں اور ان میدانوں کے شہسوار مخالف سمتوں میں محوپرواز ہیں یا کسی مقام پر کسی مشترکہ مقصد کے حصول کےلئے اشتراک عمل پر آمادہ ہوسکتے ہیں ۔ یہ جاننے کیلئے ضروری ہے کہ ہم سب سے پہلے تحقیق اور تنقید کے لغوی اور اصطلاحی معانی کا مفہوم تعین کرلیں ۔ اس کے بعد ان کے باہمی ربط کو تلاش کرنا آسان ہوگا ۔ تحقیق عربی زبان کا لفظ ہے فیروزاللغات میں اس کے معانی درج ذیل ہیں:

(۱). اصلیت معلوم کرنا (۲). دریافت کرنا (۳). درستی صحت (۴). دریافت، تفتیش، جانچ پڑتال (۵). سچائی، صداقت، اصلیت (۶). تعین (۷). تصدیق، پایہ ثبوت کو پہنچنا (۸). درست، ٹھیک، سچا،

---

(۱). ڈاکٹر سید عبداللہ، تحقیق وتنقید، اردو میں اصول تحقیق، مرتبہ ڈاکٹر ایم سلطانہ بخش، مقتدرہ قومی زبان، اسلام آباد، طبع دوم ۱۹۸۹ء، ص: ۲۹) ۔ (۲). مظفر علی سید، تحقیقی وتنقید کا باہمی ربط، تحقیق اور اصول دفع اصطلاحات پر منتخب مقالات، مرتبہ اعجاز راہی، مقتدرہ قومی زبان، اسلام آباد ۱۹۸۶ء، ص: ۱۶۵) ۔

اصلی اور یقینی وغیرہ (۱)۔ تحقیق کے اصطلاحی معانی بھی یہی بیان کیے جاتے ہیں:

" تحقیق عربی زبان کا لفظ ہے جس کے معانی کھرے کھوٹے کی چھان بین یا کسی بات کی تصدیق کرنا ہے۔ دوسرے لفظوں میں تحقیق کا مقصد یہ ہونا چاہئیے کہ ہم اپنے علم وادب میں کھرے کھوٹے، مغز کو چھلکے سے، حق کو باطل سے الگ کریں، تحقیق کسی موضوع پر مناسب معلومات حاصل کرنے کی باضابطہ جستجو ہے اور تحقیق کسی امر کو اس کی اصلی شکل میں دیکھنے کی کوشش ہے: (۲)۔ اب ذرا تنقید کے لغوی اور اصطلاحی معانی پر غور کیا جائے: انگریزی اصطلاح کریٹیسزم کا ترجمہ اردو میں نقد، انتقاد یا تنقید کیا گیا ہے لیکن زیادہ معروف ترجمہ تنقید ہی ہے اور یہی مستعمل ہے عربی میں بھی اس کا مادہ نقد ہے۔ فیروزاللغات نے اس کے بھی تقریباً وہی معانی لکھے ہیں جو تحقیق کے ہیں:

(الف). جانچ، پرکھ، تمیز، ایسی تمیز جو اچھے برے، کھرے اور کھوٹے میں تمیز کرے۔

(ب). تبصرہ، نقد، اور نقطہ چینی (۳)۔ ادب یا اصطلاح میں تنقید کے معانی بہت وسیع کسی ادب کا مطالعہ کرکے اس کے کھرے کھوٹے اور صحیح غلط ہونے کا فیصلہ کرنے کے ساتھ ساتھ اس کا تجزیہ، اس کی قدروقیمت کا تعین اور ادب میں اس کی حیثیت وغیرہ کے معاملات بھی تنقید میں شامل ہیں۔ یاد رہے کہ نقاد کا کام ادب کی تنقیص کرنا نہیں ہوتا۔ ڈاکٹر سید عبداللہ کے معانی بیان کرتے ہیں:

" تنقید کے معانی کھوٹا کھرا پرکھنا، اصطلاحاً کسی موجود مواد کی خوبی یا برائی، حسن وقبح اور جمال اور بدصورتی کے متعلق چھان بین کرنا اور اس پر فیصلہ دینا نقاد کے مدنظر ہوتا ہے" ۔ (۴)۔ لیکن سارے عمل میں نقاد کا رویہ اور سوچ مثبت ہونی چاہیے تب ہی تنقید کا عمل مفید ثابت ہوسکتا ہے۔ گویا نقاد کی تنقید میں دل سوزی، خلوص اور ہمدردی کا پہلو نمایاں ہونا چاہئیے۔ وہ ایک مخلص دوست کی طرح مصنف، تخلیق نگار یا فنکار کی خوبیاں بیان کرتا ہے۔ اس کے بیان میں تحقیر اور تذلیل کا پہلو نہیں ہوتا۔ وہ اپنی تنقید کو دوسروں کے لئے خوشگوار اور قابل مطالعہ بنانے کیلئے اس میں تخلیق کا رنگ پیدا کرتا ہے۔ اس طرح ایک نقاد تخلیقی ادب کو آگے بڑھانے، اسے وقت کے تقاضوں کے مطابق ڈھالنے اور ادب کے ٹھہرے ہوئے ہوتے میں ہلچل اور روانی پیدا کرنے کا موجب بن جاتا ہے۔ اب سوال یہ ہے کہ کیا یہ سارا کام محقق خود کرسکتا؟

جبکہ وہ اپنی تحقیق کے بارے میں دوسرے لوگوں سے زیادہ جانتا ہے کہ اس میں کیا کیا خوبیاں اور

(۱). مولوی فیروز الدین، فیروزاللغات، فیروز سنز، لاہور، سن ندارد، ص: ۳۴۸) (۲). اردو میں اصول تحقیق، جلد اول، ص: ۲) (۳). فیروزاللغات (اردو جامع)، ص ۳۸۴) (۴). اردو میں اصول تحقیق، ص ۳۰)

کیا کیا خامیاں ہیں ؟۔ لہذا وہ کھوٹے کھرے کے بارے میں بہتر فیصلہ کرسکتا ہے ۔ اس سلسلے میں گذارش یہ ہے کہ دنیا میں بہت کم لوگ ایسے ہیں جو اچھے محقق بھی ہوں اور اچھے نقاد بھی ۔ ایک محقق اچھا نقاد ہوسکتا ہے لیکن دوسروں کیلئے بہرحال یہ حقیقت ہے کہ اچھا محقق قدرتی طور پر اچھا نقاد بھی ہوتا ہے ۔ تحقیق میں نقاد کی اہمیت سے انکار نہیں کیا جاسکتا ۔ بعض اوقات ایک محقق کی نظر وہاں تک نہیں پہنچتی جہاں تک نقاد دیکھ سکتا ہے پھر یہ بات بھی قابل توجہ ہے کہ ، کسی ادیب ، شاعر یا محقق کے نزدیک اس کا ادب پارہ یا تحقیق بمنزلہ اولاد کے ہوتی ہے لہذا کوئی بھی ماں باپ اپنی اولاد کے بارے میں اچھے برے ہونے کا فیصلہ نہیں دے سکتے ۔ دوسرے لوگوں کی رائے اس سلسلہ میں معتبر خیال کی جاتی ہے ۔ یہی بات تحقیق کے بارے میں بھی کہی جاسکتی ہے لہذا تحقیق کسی بھی قسم سے متعلق ہو اس کے لئے ایک نقاد کی ضرورت واہمیت سے انکار نہیں کیا جاسکتا ۔ شاید اسی بنیاد پر ڈاکٹر سید عبداللہ نے فرمایا ہے کہ " ایک خاص حد تک تنقید اور تحقیق کے دائرہ ہائے عمل الگ الگ ہیں " ۔ (۱) ۔ اس جزدی فرق کے باوجود ہم دیکھتے ہیں کہ تنقید اور تحقیق دونوں ایک دوسرے کیلئے لازم وملزوم ہیں ۔ ایک کے بغیر دوسرے کا وجود کچھ بےمعانی ساہوکر رہ جاتا ہے ۔ یہی وجہ ہے کہ تحقیق اور تنقید کا عمل ساتھ ساتھ چلتا ہے ، جبکہ بعض احباب کا خیال ہے کہ تحقیق یا تخلیق پہلے وجود میں آتی ہے اور تنقید بعد میں ظہور پذیرہوتی ہے ۔ اگر آپ ان دونوں عملوں کو الگ الگ تناظر میں دیکھیں گے تو بظاہر ایسا ہی نظر آتا ہے کہ جب تخلیق یا تحقیق ہی نہ ہوگی تو تنقید کس پر ہوگی ۔ لیکن حقیقت یہ ہے کہ یہ دونوں عمل ساتھ ساتھ چلتے ہیں ۔ آپ جانتے ہیں کہ قرآن مجید نے واقعات ، بیانات اور روایات کی جانچ پڑتال کا حکم دیا ہے ۔ " یاایھاالذین امنو ان جاء کم فاسق بنبا فتبینوا ان تصیبوا قوماً بجھالۃ فتصبحوا علی فعلتم نادمین " (۲)

یہی وہ آیت ہے جس کی بنیاد پر علماء نے جرح وتعدیل کے اصول منضبط کئے ۔ مولانا مودودی فرماتے ہیں کہ اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو اصولی ہدایت دی ہے کہ جب کوئی اہم خبر تم تک پہنچے تو اس کی تصدیق کرلو ... اسی قاعدے کی بنیاد پر محدثین نے علم حدیث میں جرح وتعدیل کا فن ایجاد کیا تاکہ ان لوگوں کے حالات کی تحقیق کریں جن کے ذریعے سے بعد کی نسلوں کو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی احادیث پہنچی تھیں " (۳) ۔ اصول حدیث کی زبان میں ان تمام علوم کو اصول

(۱) . اردو میں اصول تحقیق ، ص ۳۰ (۲) . سورۃ الحجرات ، آیت ۶ ۔

(۳) . مولانا مودودی ، تفہیم القرآن ، جلد ۵ ، ادارہ ترجمان القرآن ، لاہور ۔ ۳۷ ۔

روایت اور درایت کہتے ہیں ۔ ان اصولوں کو آپ جدید اصول تحقیق کی بنیادقرار دے سکتے ہیں ۔ ان اصولوں کی بنیاد پر ایک محقق کسی روایت کو قبول یا رد کرتا ہے ۔ مولانا شبلی نعمانی سیرت النبیؐ کے مقدمہ میں لکھتے ہیں : " جو واقعہ بیان کیا جائے اس شخص کی زبان سے بیان کیا جائے جو خود شریک واقعہ تھا اور اگر خود نہ تھا تو شریک واقعہ تک تمام راویوں کے نام بہ ترتیب بتایا جائے اس کے ساتھ یہ بھی تحقیق کی جائے کہ جو اشخاص سلسلہ روایت میں آئے کون لوگ تھے ؟ کیا مشاغل تھے ؟ چال چلن کیسا تھا ؟ حافظہ کیسا تھا ؟ سمجھ کیسی تھی ؟ ثقہ تھے یا غیرثقہ تھے ؟ سطحی الذھن تھے ؟ یادقیقہ بین ؟ عالم تھے یا جاہل تھے ؟" ۔ (۱)

ایک محقق تحقیق کرتے وقت ان تمام امور سے بحث کرتا ہے ۔ محدثین نے اس سلسلہ میں گرانقدر خدمات سرانجام دیں اور باقاعدہ ایک فن اسماء الرجال کے نام سے ایجاد کیا ۔ جو راویوں کے احوال سے گفتگو کرتا ہے ۔ یہ تو بنیاد ہے جدید تحقیق کی اس سلسلہ میں جدید نقاد کی اساس کیا ہے ۔ ماہرین کا کہنا ہے کہ کسی بھی تنقید کی بنیاد تین چیزوں پر ہوتی ہے ۔ نقاد اپنی رائے دینے سے پہلے ان امور کے بارے میں اپنی تسلی اور تشفی کرتا ہے ۔ ارباب فن ان کو (الف) تشریح (ب) حکم اور یقین کے نام سے جانتے ہیں۔ تشریح سے مراد یہ ہے کہ کسی تحقیق یا تصنیف کا مطالعہ کیا جائے ۔ پھر محقق یا مصنف کے بارے میں پوری پوری معلومات حاصل کی جائیں کہ وہ کہاں پیدا ہوا ؟ کس زمانے سے تعلق رکھتا ہے ؟ اس کے والدین کون تھے ؟ اس کا بچپن کیسے گزرا؟ اس نے کن لوگوں میں پرورش پائی ، کہاں سے تعلیم حاصل کی ، کون کون سی کتابیں پڑھیں ، اس کی جوانی کیسے بسر ہوئی ، اسے کسی سے محبت ہوئی اگر ہوئی تو انجام کیا تھا ؟ اس دور میں مذہبی ، اخلاقی ، معاشرتی ، معاشی اور سیاسی حالت کیا تھی ؟ یہ تمام معلومات ایک نقاد اس لئے حاصل کرتا ہے کہ اسے فن کے ساتھ ساتھ فنکار کی شخصیت پر بھی اظہار خیال کرنا ہوتا ہے ۔ یہ سب چیزیں انسانیت اور شخصیت کی تشکیل و تکمیل یا تخریب وانتشار کا باعث بنتی ہیں ۔ کسی بھی تحقیق یا ادب پارے میں محقق یا ادیب کی شخصیت بھی جلوہ گر ہوتی ہے اور آجکل تو لوگوں کی پہچان اور تعارف ہی انکی تحریریں ہیں ۔ یہ لوگ جب تنقید لکھنے بیٹھتے ہیں تو صرف عیوب ونقائص پر ہی نظر رکھتے ہیں ۔ مخالف کا سونا انکے نزدیک لوہا ہوتا ہے ۔ آجکل اخبارات میں ایسی تنقید کے نمونے آپ ملاحظہ کرسکتے ہیں ۔ پھر مختلف سیاسی ادوار میں شائع ہونے والی کتب کا بھی یہی حال ہوتا ہے ۔ بحرحال مندرجہ بالا تمام امور پر تحقیق کرنے کے

(۱). مولانا شبلی نعمانی ،مقدمہ سیرت النبیؐ ، جلداول ، دار اشاعت ، کراچی ۱۹۸۵ء ، ص : ۳۷ ۔

بعد ہی نقاد کسی تحقیقی کاوش کے بارے میں اپنی تنقید سے اس کی درجہ بندی کرتا ہے کہ وہ اچھی ہے، بہت اچھی ہے یا بہت ہی اچھی ہے۔ نیز وہ دور حاضر کے تقاضوں اور چیلنجوں کا مقابلہ کرنے کی سکت رکھتی ہے یا نہیں۔ یہ تعین وہ بڑے غور وفکر اور تحقیق کے بعد کرتا ہے۔ اس بحث سے اندازہ ہوتا ہے کہ محقق اور نقاد دونوں ایک ہی کام کرتے ہیں اور ایک ہی طریقہ سے کرتے ہیں۔ جزوی اختلاف کی ہر جگہ گنجائش ہوتی ہے۔ دونوں کا معیار سند بھی ملتاجلتا ہے لہذا یہ کہنا کچھ بے جا نہ ہوگا کہ تحقیق وتنقید کا عمل ساتھ ساتھ چلتا ہے۔ ایک نقاد کو محقق اور ایک محقق کو نقاد ہونا بہت ضروری ہے۔ مظفر علی سید تحقیق اور تنقید کے باہمی ربط کے بارے میں لکھتے ہیں:

" تحقیق اور تنقید کا رابطہ محض اتنا نہیں کہ تحقیق، تنقید کے لئے مسالہ فراہم کرتی ہے یہ تو خادم اور مخدوم کا رشتہ ہے... دونوں ایک دوسرے کے لئے متقابل ڈسپلن کا حکم رکھتے ہیں اور ایک دوسرے کیلئے لازم وملزوم ہیں اور انکے درمیان کوئی دیوار حائل نہیں تو اس کی وجہ یہ ہے کہ علوم وفنون کی درمیانی سرحدیں ذرا نرم ہوتی ہیں۔ یہ نہیں ہوسکتا کہ " آدمی وہاں نہ جاسکے یاں کا " (۱).

ذرا آگے چل کر اور وضاحت کرتے ہیں:

" تحقیق کے میدان میں تلاش وجستجو کا آغاز تب ہی ہوسکتا ہے جب آپ کو معلومات کی وضع موجود سے بے اطمینانی ہو۔ دوسرے لفظوں میں آپ مرغومات کو تنقیدی نظر سے دیکھتے ہوں اور ضبط روایت کے ساتھ ساتھ، نقد روایت کا حوصلہ اور اہلیت بھی رکھتے ہوں۔ اس طرح تنقید کے میدان میں کسی ادبی متن کی تفسیر وتاویل اور اس کی قدر وقیمت پر ذمے داری کے ساتھ رائے زنی نہیں ہوسکتی، جب تک متن موجود کا انتساب اور استناد تسلی بخش نہ ہو۔ یقیناً کوئی باہوش نقاد کسی ایسی تحریر کی گہرائی میں اترنے سے گریز کرے گا جس کی سطح ہی مخدوش اور مخشوش ہو۔ گویا ہر محقق میں ایک جزوی نقاد اور ہر نقاد میں ایک جزوی محقق کا وجود لازم ہے "۔ (۲).

پس نقاد کیلئے ضروری ہوتا ہے کہ وہ صرف زیر بحث تصنیف کے ادبی وفنی محاسن وعیوب پر ہی نظر نہ رکھے بلکہ نقاد کیلئے یہ ضروری ہوتا ہے کہ وہ محقق یا مصنف کے حالات وواقعات کی بھی تحقیق کرے اس کی دیگر تحقیقی کاوشوں (اگر ہوں تو) کے باہمی روابط پر بھی ایک نظر ڈال لے۔ ڈاکٹر سید عبداللہ تو یہاں تک کہتے ہیں کہ اس سلسلہ میں سوانح عمریاں بلکہ مصنفوں اور شاعروں کے خطوط بھی ان تخلیقات وتحقیقات کو سمجھنے میں بڑی مدد دے سکتے ہیں۔ اس طرح تہذیب اور سماج کے

(۱). تحقیق اور اصول وضع اصطلاحات پر منتخب مقالات، (ص: ۱۷۴۔۱۷۵)۔

(۲). تحقیق اور اصول وضع اصطلاحات پر منتخب مقالات، (ص: ۱۷۵)۔

حقائق کا علم بھی ادبی جائزوں کے سلسلے میں مفید بلکہ ضروری ہوتا ہے ۔ (۱)۔ اس سلسلہ میں ہم خطوط غالب کی مثال ہی سے رہنمائی حاصل کرسکتے ہیں یہ خطوط ایک عہد کی سیاسی، معاشرتی اور اخلاقی تاریخ بیان کرتے ہیں۔ تفہیم غالب کے لئے ان خطوط کا مطالعہ بہت ضروری ہے ۔ میرتقی میر کی شاعری میں جوسوزوگداز کا عنصر نمایاں ہے وہ ان کے ذاتی بچپن کے حالات، عشق میں ناکامی اور وطن عزیز کی غلامی اور بربادی کا پتہ دیتے ہیں۔ گویا یہ میر کی شاعری کا پس منظر ہے جو ان کے کلام کو سمجھنے میں بہت مدد دیتا ہے۔ دور کیوں جائیے، خود علامہ اقبالؒ کی شاعری کا پس منظر جانے بغیر ان کا فلسفہ سمجھنا مشکل ہی نہیں، بعض حالات میں ناممکن بھی ہوسکتا ہے ۔ مرد کامل شاہین جیسے کرداروں کے پس منظر میں کیا ضرورت تھی جب تک نہ ان کے فلسفہ مردمومن سے آگاہی حاصل نہ کی جائے اس سے مستفید ہونا ناممکن ہے۔اسی طرح خودی، بےخودی، سخت کوشی اور خط پسندی کی حقیقت جاننے کے لئے عالم اسلام اور ایشیاء کی سیاسی حالت کا جائزہ بہت ضروری ہے۔یہی حال تحقیق کا ہوتا ہے۔ محقق بھی ایک انسان ہی ہوتا ہے ۔اچھے، برے، نیکی دھوپ چھاؤں اور خوشی، غمی کا اس پر بھی اثر ہوتا ہے۔ اس لئے ایک نقاد کا کام محقق کی طرح کٹھن ہی ہوتا ہے۔ تحقیق اور تنقید کی حقیقت کچھ زیادہ مختلف نہیں ہے مقصد دونوں کا ایک ہی ہوتا ہے کہ سچائی اور اصل حقیقت کا کھوج لگانا ۔ دودھ کا دودھ اور پانی کا پانی کرنا ۔ ڈاکٹر سید عبداللہ نے تحقیق وتنقید کے اس باطنی تعلق کو ان الفاظ میں بیان کیا ہے: " ماحصل یہ کہ تنقید میں بھی تحقیق کے کئی پہلو نکلتے ہیں اور تنقید کیلئے بھی تحقیق ایک لازمی ساعمل ہے۔ سبال بواقن کے ساتھ فنکار کو بھی سمجھنے کی دعوت دیتا ہے ۔ آئی ۔ اے رچرڈز فن کے ساتھ قاری کے ذھن اور ماحول کو سمجھنے کی تاکید کرتا ہے۔ رابرٹسن تو اس سے آگے بڑھ کر خود ناقد کو بھی اس میں لے آتا ہے اور اسکی نفسیات شناسی کو ضروری قرار دیتا ہے ۔ تال ساری اجتماعی تہذیب کے مطالعہ کو اہمیت دیتا ہے اور ہربرٹ میولر کے نزدیک تو زمانے کی مجموعی فکری روح کی شناخت بھی ضروریات تنقید میں شامل ہے غرضیکہ سچی تنقید تحقیق سے آنکھ نہیں چرا سکتی اور صرف تاریخ ہی نہیں حیات انسانی کی پوری تاریخ اسکی لپیٹ میں آتی ہے۔ یہیں پہنچ کر تحقیق وتنقید ہم معانی سے الفاظ بن جاتی ہیں۔ کم از کم دونوں کی باہمی بے تعلق کا دعویٰ غلط ہی ثابت ہوتا ہے ۔ (۲)۔

---

(۱). اردو میں اصول تحقیق، (ص ۲۷)

(۲). اردو میں اصول تحقیق، (ص ۲۷، ۲۸)

شیخ الحدیث مولانا محمد لطافت الرحمن صاحب اسلام آباد
سابق مدرس دارالعلوم حقانیہ

اساتذہ اور علماء کے احترام میں کھڑے ہونے کا مسئلہ

القیام للعالم القادم

مجھے اس عنوان پر یہ مختصر مضمون لکھنے کی ضرورت یوں پیش آئی، کہ پاکستان کے دینی مدارس میں یہ دستور بن گیا ہے کہ درسگاہ میں مدرس کے آنے پر درس میں موجود طلبہ تعظیماً کھڑے نہیں ہوتے اور اپنے اس عمل یا بدعملی پر یہ حدیث پیش کرتے ہیں: "لاتقوموا بین یدی کما تقوم الاعاجم بین ایدی امراء ھم" مگر میرے ضمیر نے چونکہ اس صورتحال کو اس وجہ سے تسلیم نہ کیا کہ دارالعلوم دیوبند میں اساتذہ کرام کے احترام کا یہ طریقہ جاری ہے یعنی درسگاہ میں عالم استاذ کے آنے پر طلبہ کھڑے ہوتے ہیں اور اسی طرح دینی اور علمی شاگردواستاد کا ایک باہمی رابطہ بصورت حبل متین موجود ہے۔ چنانچہ مجھے طلبہ مدارس کا یہ طرز ناگوار گزرا اور جب میں نے کسی مدرسہ کے سربراہ سے کہا کہ یہ قیام ہونا چاہئیے تو جواب ملا کہ نہیں ہم اس قیام کے حق میں نہیں ہیں۔ پھر یہ ہوا کہ میں نے دورہ حدیث اور دیگر فوقانی درجات کے طلبہ کو اس طرح کے قیام پر مامور کیا اور انہوں نے بخوشی قبول لیا۔ مگر جو لوگ میدان درس وتدریس میں اس سنت مسلوکہ کی لذت سے محروم ہیں ان میں سے بعض میری مخالفت کرتے ہیں اور اس کو میری تعلی قرار دیتے ہیں اور جماعت اسلامی کے ایک نامور سربراہ نے تو رسالہ "ترجمان القرآن" میں اس موضوع پر شائع شدہ میرے مضمون کے برحق یہ لکھا: کہ ہم نے توامریکہ میں استاذ کے آنے پر قیام نہیں کیا ہے جس پر میں نے موصوف کو عتاب آمیز لہجہ میں لکھا کہ امریکہ کی شیطانی تعلیم گاہوں کے طریق کار کا سہارا لینا کہاں تک عقلمندی ہے جبکہ علامہ اقبال نے اس بارہ میں خوب کہا ہے:

اور یہ اھل کلیسا کا نظام تعلیم ایک سازش ہے فقط دین ومروت کے خلاف

بہرحال یہ تو اس قیام پر لوگوں کے مختلف فکرونظر کا قصہ تھا۔ اب اس بارے میں علماء امت میں دو

محدثین کا نظریہ پیش کرتا ہوں جن کا فتویٰ ہرلحاظ سے قابل قبول ہے۔

۱۔ ایک تو امام نوویؒ شارح صحیح مسلم میں جو فرماتے ہیں:

قوله ۔ قوموا الیٰ سیادکم اوخیرکم فیه اکرام لاهل الفضل وتلقیهم بالقیام لهم اذا اقبلوا بکذا احتج به جما هیرالعلماء لاستحباب القیام ۔ قال القاضی ولیس هذا من القیام المنهی عنه وانما ذاک فی من یقومون علیه و هوجالس ویمثلون قیاماً طول جلوسه ۔ الی ان قال النووی قلت القیام للقادم من اهل الفضل مستحب وقد جاء فیه احادیث ولم یصح فی النهی عنه شیئی صریح وقد جمعت کل ذالک مع کلام العلماء علیه فی جزء واجبت عماتوهم النهی عنه والله اعلم۔ (بحواله نوویؒ شرح صحیح مسلم ج ۲، ص ۹۵)

۲۔ دوسرا محدث مولانا محمد تقی صاحب محترم ہیں جنہوں نے اس عنوان کے تحت اول تو اس قیام کی چھ صورتیں بنائی ہیں اور ساتویں قسم کے بارے میں موصوف کے فرمانے کا بلفظہ متن یہ ہے:

"ان یقوم رجل لمن دخل علیه علی سبیل البر والاکرام لمن لایرید ذالک منه وقال لامام النووی فی جوازه رسالة مستقلة لوصلها ابن الحاج وقد حکی الحافظ فی الفتح ۔ج ۱۱ ، ص ۵۰ ، دلائل النووی وابن الحاج ببسط وتفصیل الی ان قال العثمانی المحترم طاقت حیاته و دامت برکاته ۔ وقال شیخنا التهانوی رحمه الله فی اعلاء السنن ج ۱۷ ص ، ۲۳۹۔ فالحاصل انه لادلیل فی ماذکرعلی کراهة القیام لمجرد الاکرام (الی ان قال) نعم لما کان مثل هذا القیام متعارفاً بین الناس وفی نزعهم عن عادتهم حرج عظیم بل قد یفضی الی الحقد والعداوة والضرروالاضرار ومع ذالک هو من المسائل الاجتهادیة التی اختلف فیها العلماء فلاینبغی التشدیدفیه والانکار علی فاعله بل ینبغی ان من غلب علی ظنه یحتاط فیه لنفسه ان لم یترتب علی ترکه مفسدة وهو عندی اعدل الاقوال فی هذا الباب" (بحواله تکمله فتح الملهم ج ۳ ص ۲۷ ۔ ۲۸) آخر میں عرض ہے کہ اوپر کے محدثین کے بیانوں کی روشنی میں میرا موقف تو یہ ہے کہ علماء اور دینی استاذ شعائر اللہ میں سے ہیں ۔ جن کے لئے قیام کی صورت میں تعظیم واحترام کے بارے میں قرآن کریم کا ارشاد ہے: "ومن یعظم شعائر الله فانها من تقوی القلوب۔ ہاں جو حضرات علماء یا عالم نما جاہل صاحبان جدید اور یورپی طریق درس سے دہشت زدہ ہیں ان کے بارے میں یہی کہا جاسکتا ہے:

دہشت سے ہر اک نقطہ الٹا نظر آتا ہے مجنون نظر آتی ہے لیلیٰ نظر آتا ہے

طالبان کی اسلامی حکومت ـ نیو ورلڈ آرڈر کیلئے خطرہ

افغانستان اور سوڈان پر امریکی جارحیت کے دوسرے روز جامعہ اشرفیہ .بجوڑی گیٹ پشاور میں مولانا سمیع الحق صاحب نے پریس کانفرنس سے خطاب فرمایا۔ جو کہ نذر قارئین ہے۔ (ادارہ)

.جمعیت علماء اسلام کے سربراہ حضرت مولانا سمیع الحق صاحب نے کہا ہے کہ امریکہ کو اصل خطرہ اسامہ بن لادن سے نہیں بلکہ اسلام سے ہے۔ جو جنگل کی آگ کی طرح روس اور وسطی ایشیائی ریاستوں کی طرف بڑھ رہا ہے اور دوسری طرف نیو ورلڈ آرڈر کیلئے خطرہ بن چکا ہے۔ مولانا سمیع الحق نے کہا کہ افغانستان پر امریکی حملہ دراصل اسلام دشمن قوتوں کی طرف سے طالبان کی فتوحات کے بعد اسلامی نظام کے نفاذ کی کوششوں کو ناکام بنانے کی سازش ہے۔ امریکہ کی افغانستان میں ربانی، حکمت یار یا طالبان سے کوئی دلچسپی نہیں ہے بلکہ اسلامی نظام سے پریشانی ہے۔ طالبان کی فتوحات چونکہ آخری مرحلہ میں داخل ہوچکی ہیں اس لئے امریکہ، روس، بھارت اور بدقسمتی سے بعض ہمسایہ ممالک بھی اس صورتحال سے پریشان ہیں۔ انہوں نے کہا کہ طالبان کوئی بیرونی قوت نہیں بلکہ افغانی ہیں۔ روس اور بھارت چونکہ کھل کر نہیں آسکتے اس لئے اپنے مذموم مقاصد کو عملی جامہ پہنانے کیلئے انہوں نے امریکہ کو آگے کیا ہے۔ انہوں نے کہا کہ امریکہ کا اصل ہدف اسامہ بن لادن نہیں بلکہ اسلامی افغانستان ہے۔ اسامہ صرف ایک شخص ہے جس کی آڑ میں امریکہ نے افغانستان پر کھل کر جارحیت کی ہے تاکہ روسی سرحدوں پر الجھے ہوئے طالبان کی توجہ کو دو حصوں میں تقسیم کیا جاسکے۔ انہوں نے کہا کہ ایک طرف روس، بھارت اور ایران کا گٹھ جوڑ ہے اور دوسری طرف امریکی حملوں کا خطرہ طالبان کے سر پر منڈلارہا ہے۔ قائد جمعیت نے کہا کہ امریکیوں کے پاکستان سے بھاگنے سے پہلے ہی انہوں نے پیش گوئی کردی تھی کہ امریکہ پاکستان کو استعمال کرکے افغانستان پر حملہ کرنا چاہتا ہے تاکہ پاکستان اور طالبان کے درمیان اعتماد کی فضا اور تعلقات کو خراب کردیا جائے۔ طالبان اس معاملہ پر الجھ پڑیں گے اور ان کا آخری سہارا بھی ٹوٹ جائیگا۔ انہوں نے کہا کہ سعودی عرب میں امریکی افواج نے ڈیرے ڈالے ہوئے ہیں، امریکیوں کو خطرہ وہاں بھی ہے اور مصر میں اب تک سینکڑوں غیر ملکی مارے جاچکے ہیں لیکن وہاں سے کوئی نہیں گیا۔ پاکستان سے اتنی عجلت میں امریکہ نے اپنے باشندوں کو اس لئے نکالا تاکہ دباؤ کے ذریعے پاکستان کو محصور کرکے سی ٹی بی ٹی پر دستخط پر مجبور کردیا جائے۔ انہوں نے کہا کہ امریکی جارحیت سے پاکستانی علاقہ میں جانی

نقصان ہوا ہے ۔ پاکستان اس سے انکار نہیں کرسکتا کہ جارحیت کیلئے اسکی فضا استعمال ہوئی ہے ۔ انہوں نے استفسار کیا کہ کیا میزائلوں کی بارش آسمان سے ہوئی ہے ، طالبان پر حملہ جہاں سے بھی ہوا اس میں پاکستان استعمال ہوا ہے اوراگر ایسا ہے تو یہ ہماری قومی غیرت کی خودکشی اور ڈوب مرنے کا مقام ہوگا ۔ انہوں نے کہا کہ قومیں اقتصادی بحرانوں سے نہیں بلکہ قومی غیرت ووقار کے خاتمہ سے مرتی ہیں ۔ ہمارے حکمرانوں نے امریکی حملہ پر سخت مؤقف اپنانے کے بجائے ایسی نرم وضاحتیں کیں جیسے غلام آقا سے کرتا ہے ۔ انہوں نے کہا کہ حملہ کے بعد کلنٹن کو فون کی کیا ضرورت تھی ۔ کیا وہ انسانوں کو مارنے کے بعد نوازشریف سے معافی یا انکا شکریہ ادا کرنا چاہتا تھا ۔ مولانا سمیع الحق نے کہا کہ غیر ملکی میڈیا بالخصوص نیویارک ٹائمز نے واضح طور پر کہا ہے کہ پاکستان اس حملہ میں استعمال ہوا ہے اگر یہ ہوا ہے تو پھر موجودہ حکمرانوں سے پیچھا چھڑانا ہوگا ۔ انہوں نے کہا کہ نوازشریف کے سابقہ دور حکومت میں عرب مجاہدین کو چن چن کر گرفتار کیا گیا جس کے احکامات امریکی قونصلیٹ سے جاری ہوتے تھے جیسے کہ پاکستان اسکی کالونی ہو ، نواز شریف دوبارہ برسراقتدار آئے تو جلوزئی کیمپ میں بیچارے عرب مجاہدین کو حالت سجدہ میں شہید کیا گیا ، اب وہ کس منہ سے عرب اور افغان جہاد کے حامی ہونے کا دعویٰ کررہے ہیں ۔ وہ اپنے داغدار ماضی سے پیچھا نہیں چھڑا

امریکی وزیرخارجہ نے مزید حملوں کی دھمکی دی ہے ۔ پہلی غلطی ہم معاف کرسکتے ہیں لیکن دوسری غلطی کی اجازت نہیں دینگے ۔ انہوں نے استفسار کیا کہ کیا ہمارے ریڈار اتنے ناکارہ ہوچکے ہیں کہ دشمن کے حملہ کا پتہ نہیں چلا سکتے یا آئندہ بھی وہ عرش سے اتر کرآئیں گے ۔ انہوں نے کہا امریکہ نے محض ایک شخص (اسامہ بن لادن) کی وجہ سے پورے خطے کا امن تہہ وبالا کیا ہے اور تمام عالمی آداب واصولوں کو روند ڈالا ہے جبکہ طالبان کیساتھ امریکہ کا کوئی معاہدہ موجود نہیں ، نہ ہی اس سلسلہ میں مذاکرات یا سفارتی ذرائع کا سہارا لیا گیا ۔ انہوں نے کہا کہ ایران ، روس اور بھارت خوش نہ ہوں جو کچھ آج سوڈان اور افغانستان کے ساتھ ہوا ہے وہ کل کسی اور کیساتھ بھی ہوسکتا ہے ۔ اسامہ بن لادن امریکی جارحیت کے بعد ہیرو بن کر سامنے آیا ہے اس کا قصور صرف یہ ہے کہ وہ اپنے ملک سے امریکی افواج کا انخلاء چاہتا ہے جس کی وجہ سے ہم سعودی عرب کو عملاً کھو بیٹھے ہیں ۔ مکہ معظمہ اور مدینہ منورہ انکی زد میں ہیں ۔ مولانا سمیع الحق نے کہا کہ مغربی قومیں اسلامی ممالک کے بارے میں دوغلی پالیسی پر عمل پیرا ہیں ۔ کل تک افغانستان میں روس کی مداخلت کو جارحیت سے تعبیر کیا جاتا تھا اور آج امریکی افواج عملاً سعودی عرب میں بیٹھ کر اسلامی ملکوں کو کنٹرول اور ان پر حملے کررہی ہیں ۔ تو یہ انکی نظر میں دہشت گردی نہیں ہے ۔ انہوں نے کہا کہ امریکی حملوں کے جواب

میں کیا ہم پھول پیش کریں گے، ہمارا بس چلے تو جواب میں واشنگٹن پر بم برسائیں گے، ہمارا بچہ بچہ اسامہ بنے گا، ارض مقدس اور اپنی زمین کیلئے پوری ملت قربانی دیگی۔ انہوں نے کہا کہ ہمارے حکمران شاہ سے زیادہ شاہ پرست واقع ہوئے ہیں۔ دنیا میں جہاں بھی کوئی واقعہ ہو یہ اپنوں کو پکڑ کر امریکہ کے حوالے کردیتے ہیں۔ صادق ہویدا کی گرفتاری اور اسکے منہ سے اپنی مرضی کا بیان دلوانے کے بعد افغانستان پر حملہ ایک ڈرامہ لگتا ہے۔ امریکہ دوبارہ پاکستان کے دینی مدارس، دینی تربیت کے مراکز کو نشانہ بناسکتا ہے۔ لہذا حکومت کھل کر کہہ دے کہ وہ سی ٹی بی ٹی پر کیا ارادہ رکھتی ہے۔ بظاہر شہباز شریف کے امریکہ میں پرتپاک استقبال سے محسوس ہوتا ہے کہ حکمران ایٹمی پروگرام کو رول بیک کررہے ہیں۔ اور اللہ تعالیٰ کی طرف سے عطا کردہ رعب ودبدبہ کو مٹی میں ملا رہے ہیں حالانکہ امریکی بزدل واقع ہوئے ہیں اور ذرا آنکھیں دکھانے اور ایٹم بم کی دھمکیوں سے پیچھے ہٹایا جاسکتا ہے۔ امریکی جارحیت پر ملک بھر میں احتجاج پر خوشی کا اظہار کرتے ہوئے انہوں نے کہا کہ پوری قوم نے افغانستان پر امریکی حملہ کے اقدام کو مسترد کیا ہے۔ مولانا سمیع الحق صاحب نے کہا کہ انہوں نے ذاتی طور پر ایرانی قیادت کو طالبان کی حمایت پر کئی مرتبہ آمادہ کرنیکی کوشش کی لیکن معلوم نہیں کہ ایران طالبان کی کامیابیوں پر کیوں سیخ پا ہے۔ اور اسکے کیا مقاصد ہیں، ہم فرقہ واریت پر یقین نہیں رکھتے اور اس کا ثبوت یہ ہے کہ ایران کے شیعہ انقلاب کی بھی ہم نے مخالفت نہیں کی تھی۔ ایران شمالی اتحاد کو مسلح کمک دے رہا ہے ورنہ طالبان کے مخالفین کب کے ختم ہوچکے ہوتے۔ انہوں نے کہا کہ قحط وافلاس کے مارے ہوئے اسلامی ملک سوڈان پر امریکی حملہ بلاجواز ہے۔ کیونکہ وہاں سے امریکہ کو کوئی دہشت گرد مطلوب نہیں ہے۔ انہوں نے کہا کہ پاکستان میں عوام کی بے نظیر اور نوازشریف سے بیزاری کے بعد اسلامی انقلاب کی راہ ہموار ہوچکی ہے۔ اور بہت جلد یہاں بھی طالبان اسلامی حکومت کی بنیاد رکھیں گے۔ عالمی سطح پر دہشت گردی کے حوالے سے انہوں نے کہا کہ امریکی مؤقف درست تسلیم کرلیا جائے تو کل بھارت بھی یہ قدم اٹھاسکتا ہے۔

(بشکریہ روزنامہ خبریں اسلام آباد ۲۳ اگست ۱۹۹۸ء)

خط وکتابت کرتے وقت خریداری نمبر
کا حوالہ ضرور دیں۔

لفٹیننٹ کرنل ریٹائرڈ محمد اعظم اکوڑہ خٹک

این۔ پی۔ ٹی، سی۔ ٹی۔ بی۔ ٹی اور اس کے مضمرات

۱۹۶۸ء میں اقوام متحدہ کی جنرل اسمبلی نے امریکہ، برطانیہ اور روس کا تیار کردہ ایک مسودہ منظور کیا جس میں دنیا کے جوہری ہتھیار رکھنے والے اور نہ رکھنے والے ممالک کو دو حصوں میں تقسیم کردیا گیا تھا۔ وہ پانچ ممالک جنکے پاس ایٹمی ہتھیار تھے انکو P-5 کا نام دیا گیا اور انہیں جوہری ہتھیار رکھنے کی اجازت دے دی گئی۔ باقی تمام ممالک کو ہدایت کی گئی کہ وہ N . P . T (NON POLIFERATION TREATY) یا عدم توسیعی معاہدے پر دستخط کرکے اس پابندی کو قبول کریں تاکہ آئندہ کوئی ملک جوہری ہتھیار نہ بنائے۔ اس معاہدے پر دنیا کے بیشتر چھوٹے ممالک نے دستخط کردیئے مگر ہندوستان اور پاکستان نے اس پر دستخط نہ کئے۔ ہندوستان نے این پی ٹی کا معاہدہ موجود ہوتے ہوئے ۱۹۷۴ء میں ایٹمی دھماکہ کیا مگر اقوام متحدہ یا P-5 کے ممالک نے اس کا کوئی نوٹس نہ لیا۔ پاکستان نے اپنا ایٹمی پروگرام اس کے بعد شروع کیا کہ اس کے بغیر برصغیر میں طاقت کا توازن بگڑنے کا احتمال تھا اور دوسرے پاکستان کیلئے قومی سلامتی کی خاطر ایٹمی طاقت کا حصول ناگزیر ہوگیا تھا۔ وہ پانچ ممالک جنہیں NPT سے مستثنیٰ قرار دیا گیا۔ امریکہ، برطانیہ، فرانس، روس اور چین تھے۔ پاکستان نے این پی ٹی پر دستخط کرنے سے انکار ۱۹۶۸ء میں ہی ان وجوہات کی بنا پر کردیا تھا کہ جب تک برازیل، ارجنٹینا، جنوبی افریقہ، اسرائیل اور بھارت جوکہ اپنا جوہری پروگرام کافی آگے تک لے جاچکے تھے دستخط نہیں کرتے، پاکستان دستخط نہیں کرے گا۔ اس فیصلے نے پاکستان کو ایٹمی طاقت بننے میں بہت مدد دی اور یہ اچھا اور بروقت فیصلہ تھا۔ اپنے ۱۱ اور ۱۳ مئی ۱۹۹۸ء کے دھماکوں کے بعد بھارت نے این پی ٹی پر دستخط کرنے کا مشروط عندیہ ظاہر کیا مگر بحیثیت چھٹی جوہری طاقت کے کہ اسے دوسرے ایٹمی ممالک کی طرح جوہری ہتھیار رکھنے کی اجازت ہو اس کے نیوکلیائی مراکز معائنے سے مستثنیٰ ہوں اور اسے مزید نیوکلیر ٹیکنالوجی کے حصول پر کوئی پابندی نہ ہو، چونکہ این پی ٹی ایک محدود شرائط کا معاہدہ ہے۔ جس میں ایٹمی ممالک اور غیرایٹمی ممالک کی تخصیص ان الفاظ کے ساتھ کردی گئی ہے کہ جنرل اسمبلی کی توثیق کے بعد اور کوئی ملک ایٹمی کلب کا ممبر نہیں بن سکتا۔ این پی ٹی پر دستخط کرنے سے بھارت کو ایٹمی طاقت بننے یا سیکورٹی کونسل کا چھٹا مستقل ممبر بننے کی خواہش پوری ہوتی نظر نہیں آتی۔ کیونکہ P-5 کے ممالک ایسی کوئی شرائط قبول کرنے کیلئے تیار نہیں۔

سی ٹی بی ٹی یا COMREHEHSIVE TEST BAN TREATY اور اس کے لئے امریکی دباؤ
۔ پاکستان ۱۹۸۴ء سے ایٹمی دھماکہ کرنے کی اہلیت حاصل کرچکا تھا ۔ مگر اس نے اپنا پروگرام لیبارٹری ٹیسٹ یا کمپیوٹر کے تجربات تک محدود رکھا اور دھماکہ کرنے میں پہل نہیں کی ۔ پاکستان کے جوہری پروگرام کی تفصیلات امریکی حکومت اپنی ایجنسیوں کی توسط سے معلوم کرچکی تھی اور تمام مراحل سے آگاہ تھی مگر افغان جنگ کی وجہ سے تمام پابندیاں صدرامریکہ کے سال بہ سال سرٹیفیکیٹ جاری ہوجانے کی وجہ سے پاکستان کو فوجی اور اقتصادی امداد ملتی رہی ، مگر روس کے افغانستان سے واپسی کے معاہدے کے دستخطوں کے ساتھ ہی امریکی حکومت نے اپنا رویہ بدل لیا اور پاکستان کی تمام امداد کو سی ٹی بی ٹی سے مشروط کردیا اور یہ دباؤ سال بہ سال بڑھتا رہا کہ پاکستان سی ٹی بی ٹی پرصرف دستخط ہی نہ کرے بلکہ اپنے جوہری پروگرام کو ہی ختم کردے جوکہ ظاہر ہے کسی غیرت مند قوم کو قابل قبول نہیں ہوسکتا تھا ۔

اس وقت بھارت اور پاکستان دونوں نیوکلیر پاورز (P-5) آٹھ ترقی یافتہ صنعتی ممالک (امریکہ ، برطانیہ ، فرانس ، جرمنی ، اٹلی ، کینیڈا ، جاپان اور چین) (G-8) اور سیکورٹی کونسل کے دباؤ میں ہیں کہ دونوں ممالک سی ٹی بی ٹی پر جلد دستخط کردیں ۔ اس ضمن میں امریکی حکومت کا کردار سب سے نمایاں رہا ہے ۔ امریکہ نے دوسرے بڑے ممالک کو ساتھ ملاکر اس معاہدے کو اقوام متحدہ کی جنرل اسمبلی سے ۱۸۰ ووٹوں سے پاس کروایا ۔ اور اس کی خواہش ہے کہ اس معاہدے کو ستمبر ۱۹۹۹ء سے پہلے بھارت ، پاکستان اور اسرائیل سے دستخط کرواکے اس کی توثیق کروالی جائے تاکہ اس تاریخ کے بعد مزید ترامیم کی ضرورت نہ رہے ۔ اس معاہدے پر پانچ ایٹمی طاقتوں کے علاوہ بھارت ، پاکستان اور اسرائیل کے دستخط اس لئے ضروری ہیں کہ معاہدہ اقوام متحدہ میں پیش ہونے کے وقت بھارت ، پاکستان اور اسرائیل تینوں ایٹمی طاقت بننے کے نزدیک تھے یا وہ مقام حاصل کرچکے تھے ۔ مئی ۱۹۹۸ء کے پاک بھارت ایٹمی دھماکوں کے بعد جولائی اور اگست کے مہینے اس لحاظ سے امریکی حکومت کے لئے بے حد اہمیت کے حامل رہے کہ مسٹر سٹروس ٹالبوٹ نے دوبار بھارت اور پاکستان کا دورہ کیا ۔ مگر دونوں دورے لاحاصل رہے ۔ بھارتی مؤقف کا مرکزی نقطہ مول تول اور چھٹی ایٹمی طاقت اور سیکورٹی کونسل کی مستقبل سیٹ کے حصول تک محدود رہا اور تمام سودا بازی اسی مقصد کیلئے کی گئی ۔ مگر پاکستان کا نقطہ نظر بھارت سے مختلف ہے ، چونکہ بلاسوچے سمجھے سی ٹی بی ٹی پر دستخط پاکستان کے لئے خطرات سے پر ہیں ۔ اس لئے کسی پابندی کی نرمی ، اقتصادی امداد کا اجرا یا ملک کی سیکورٹی کے لئے کسی قسم کی ایٹمی چھتری کے وعدے پاکستان کے لئے قابل اعتماد نہیں کہ گذشتہ کئی موقعوں پرامریکہ وعدہ شکنی کرچکا ہے ۔ پہلی عہد شکنی امریکہ نے ۱۹۶۵ء کی جنگ کے دوران کی جب کہ پاکستان ، امریکہ کے ساتھ سیٹو اور سینٹو کا ممبر بھی تھا ۔امریکہ نے پاکستان کے لئے تمام فوجی امداد روک

کر دوست نہیں بلکہ دشمن کا کردار ادا کیا۔ ۱۹۷۱ء کی جنگ میں جب کہ روس کھلے بندوں بھارت کے ساتھ دفاعی معاہدہ کر چکا تھا اور پاکستان کو دولخت کرنے کے درپے تھا۔ امریکی طیارہ بردار جہاز خلیج بنگال میں آگے پیچھے ہوتا رہا، یہاں تک کہ مشرقی پاکستان بنگلہ دیش بن گیا۔ بعد کے تجزیوں سے اس بات کے حوالے ملتے ہیں کہ امریکہ درپردہ چاہتا تھا کہ بنگلہ دیش علیحدہ مملکت کی صورت میں دنیا کے نقشے پر ابھرے۔ پاکستان میں امریکیوں کے خلاف شدید نفرت کی بنیادی وجوہ یہی وعدہ خلافیاں ہیں جو صرف پاکستانی عوام کے ضمیر کو جھنجوڑتی رہی ہیں۔ ضمیر کی یہ خلش کسی حکمران نے کبھی محسوس نہیں کی بلکہ امریکہ کی خوشنودی ہمیشہ اس کا مطمح نظر رہا۔ اور یہ صورت آج بھی قائم ہے۔ چونکہ امریکہ کا ٹریک ریکارڈ قابل اعتبار نہیں اس لئے کسی دباؤ، لالچ یا وعدوں پر قومی سلامتی خودمختاری اور جغرافیائی آزادی جیسے اہم مسئلے کو امریکہ کی خوشنودی حاصل کرنے کیلئے قربان کردینا۔ حب الوطنی نہیں ملک دشمنی کے مترادف ہوگا۔ CTBT پر دستخط کرواکے امریکہ چاہتا ہے کہ پاکستان ایٹمی ہتھیار بنانے کے تجربے بند کردے۔ میزائل تیار کرنے، انکی تنصیب یا افواج پاکستان کو ان کے اجرا کا سلسلہ روک دے۔ ایٹمی ہتھیاروں میں استعمال ہونے والے مواد یا اس کی تیاری ترک کردی جائے اور یہ مواد تک اپنے پاس نہ رکھنے اور حساس نوعیت سامان اور ٹیکنالوجی کے حصول کیلئے دوسرے ملکوں کے ساتھ تمام تعلقات منقطع کردیئے جائیں اور دستخط کرنے کے بعد پاکستان اپنے تمام ایٹمی مراکز، انسپکٹروں کے معائنے کےلئے کھول دے۔ وہ قوم جس نے اپنی تمام تر اقتصادی مجبوریوں اور تکلیفوں کے باوجود یہ مقام حاصل کیا ہو کیا چند سو ملین ڈالروں کے عوض اسے قربان کردے گی جب کہ بڑا خطرہ قومی سلامتی کو لاحق ہورہا ہو؟ سوال کا جواب سوال میں موجود ہے اور کوئی حکمران یہ جرات شاید ہی کرسکے۔ ایسے میں سوال پیدا ہوتا ہے کہ پھر پاکستان کونسا راستہ اختیار کرے۔ پاکستان کا موجودہ مؤقف یہ ہے کہ وہ اس وقت تک سی ٹی بی ٹی پر دستخط نہیں کرے گا جب تک بھارت اس پر دستخط نہ کردے۔ ظاہری طور پر بھارت اپنے دستخط کرنے کے جواز میں یہ وجوہ پیش کرتا ہے کہ جب تک پانچوں ایٹمی طاقتیں اپنے تمام جوہری ہتھیار تلف نہیں کردیتیں۔ بھارت دستخط نہیں کرے گا۔ پاکستان اگر بھارتی مؤقف سے اپنے آپ کو علیحدہ کرکے کوئی فیصلہ کرنا چاہے تو اس کےلئے دو ہی راستے رہ جاتے ہیں۔ پہلا یہ کہ غیر مشروط طور پر سی ٹی بی ٹی پر دستخط کردے۔ قطع نظر اس کے کہ بھارت کیا فیصلہ کرتا ہے۔ دوسرے بھارت کے دستخط کرنے کے باوجود سی ٹی بی ٹی پر دستخط کرنے علیحدگی اختیار کرے اور دستخط نہ کرے اور تیسرے اپنی موجودہ پوزیشن پر قائم رہتے ہوئے بھارت کے بعد دستخط کردے۔ اگر دیکھا جائے تو پاکستان نے ماضی قریب میں این پی ٹی پر دستخط نہ کرنے کے باوجود اپنے طور پر جنوبی ایشیا میں ایٹمی ہتھیاروں کی دوڑ کو روکنے کےلئے کئی اقدامات کئے جسمیں ۱۹۸۹ء میں یورنیم کی

افزودگی کو کم کرکے ۲۰ فیصد کی محفوظ سطح تک لے آیا ۔ پاکستان اس خود ساختہ پابندی پر ایک عرصے تک عمل کرتا رہا ، مگر پریسلر ترمیم ٹس سے مس نہ ہوئی اور تمام پابندیاں بدستور پاکستان پر لگی رہیں ۔ پاکستان نے اپنے وعدے کا پاس کرتے ہوئے کسی دوسرے ملک کو ایٹمی ٹیکنالوجی مہیا نہیں کی ۔ مگر اس بات کا بھی کسی نے نوٹس نہ لیا کہ ۱۹۸۴ء میں ایٹم بم بناچکنے کے باوجود پاکستان نے دھماکہ کرنے میں پہل نہیں کی اور پھر کچھ پس وپیش کے بعد اور (G-8) ممالک کا بھارت کےلئے نرم رویہ اور پاکستانی عوام کے دباؤ سے مجبور ہوکہ پاکستان کو بھی ایٹمی دھماکہ کرنا پڑا جوکہ وقت کی بہت بڑی ضرورت تھی ۔ گیارہ اور اٹھائیس مئی کے درمیان بھارتی رہنماؤں کی زبان اور بیانات دیکھنے ، سننے سے تعلق رکھتے تھے ۔ بھارت کے اس غبارے سے ہوا ۲۸ مئی پاکستانی دھماکوں نے نکال دی ۔ اور ساتھ ہی بھارتی نیتاؤں کے طرز تخاطف نے بھی ایک الٹی زقند لگائی اور وہ دوستی اور بھائی چارے کی باتیں کرنے لگے ۔

اپنے جغرافیائی محل وقوع کے باعث پاکستان ایشیا کے ایک بےحد حساس خطے میں واقع ہے اسکی شمالی سرحدیں چین سے ملتی ہیں ۔ مشرق میں بھارت ہے ، مغرب میں افغانستان ، جنوب مغرب میں ایران اور جنوب میں بحیرہ عرب اور بحرہند ہے جہاں سے تمام سمندری راستے ہوکر گذرتے ہیں ۔ سنٹرل ایشیا کی نوآزاد مسلم ریاستوں کےلئے قریب ترین بندرگاہیں کراچی اور گوادر ہیں ۔ پاکستان خلیج فارس کے دہانے پر واقع ہے اور خلیجی ریاستوں کا قریب ترین ہمسایہ ہے ۔ پاکستان کی مشرقی سرحدیں ایک ایسے ملک سے ملتی ہیں جو آبادی کے لحاظ سے پاکستان سے سات گنا بڑا ۔ فوجی لحاظ سے پانچ گنا زیادہ طاقت ور اور علاقائی سطح پر چھوٹے ممالک پر برتری قائم رکھنے کا شدید خواہشمند ۔ پاکستان سے خصوصی دشمنی کی وجہ سے اس کا علیحدہ اسلامی تشخص اور ان علاقوں کو دوبارہ بھارت میں ضم کرنے کی خواہش جوکہ بھارتی نیتاؤں کے اعصاب پر دیوانگی کی حد تک سوار رہی ہے اور اب بھی ہے ۔ ان حالات میں NUCLEAR DETERRENT یا جوہری مزاحمت ہی وہ راستہ ہے جوپاکستان کی قومی سلامتی کا ضامن بن سکتا ہے اور اس کیلئے میرے نزدیک اوپردی ہوئی دوسری آپشن پاکستان کےلئے بہترین انتخاب ہوگا ۔ جسکی وجہ یہ ہے کہ جوہری ہتھیاردونوں طرف نہ ہونے کی صورت میں ہم اپنے سے پانچ سات گنا بڑے دشمن کو روایتی ہتھیاروں سے شاید فاصلے پر نہ رکھ سکیں اوراپنی آزادی کھوبیٹھیں ۔ یہ مشکل راستہ ہے مگر ایسے حالات میں مشکل مقامات قوموں کے راستے میں آیا ہی کرتے ہیں ۔ اگر آزادی اور سالمیت چاہئیے تویہ پابندیاں تو برداشت کرنا ہونگی ۔

جناب ارشاد احمد حقانی صاحب ایڈیٹر روزنامہ "جنگ" لاہور

مغربی استعمار اور اسلامی تحریکیں

امریکہ کی وزیرخارجہ مس البرائٹ نے تو غالباً ایک دوسرے مفہوم میں یہ بات کہی تھی کہ افغانستان اور سوڈان پر ہمارے حملے ایک طویل عمل کا صرف نقطہ آغاز ہیں اور ہم "دہشت گردوں" کے خلاف اپنی کاروائی جاری رکھیں گے لیکن قدرت امریکہ کی حالیہ کاروائی کو اور آگے آنے والی کاروائی کو شاید کسی دوسرے طویل عمل کا نقطہ آغاز بنادے۔ عالم اسلام میں جس وسیع پیمانے پر امریکی کاروائی کی مذمت ہوئی ہے، اسے آپ اس آئس برگ کا پانی سے باہر نظر آنے والا صرف ایک سرا سمجھیں جو سمندر کی تہہ کے نیچے موجود ہے۔ جو آئس برگ سمندر کی تہہ کے نیچے موجود ہے۔ وہ عالم اسلام میں امریکہ کے خلاف پائی جانے والی گہری اور وسیع نفرت ہے اور امریکہ کے حالیہ اقدام نے شاید اس نفرت کو نئی جہت اور سمت ا. . نئی قوت دینے کا کردار ادا کیا ہے۔ آپ دیکھئے کہ او آئی سی بھی امریکی اقدام کی مذمت کرنے والوں میں شامل ہوگئی ہے۔ اگرچہ اس کا کردار موجودہ بحران میں زیادہ فعال نہ ہونے کی دو اہم وجوہات موجود ہیں لیکن اس کے باوجود اس کی طرف سے کمزور مذمتی بیان کا جاری ہونا بھی اپنی ایک اہمیت رکھتا ہے۔ پہلی وجہ یہ ہے کہ امریکی اقدام افغانستان اور طالبان کے خلاف بھی ہوا ہے اور ایران جو او آئی سی کا موجودہ چیئرمین ہے طالبان کیلئے ظاہر ہے کہ اپنے دل میں قطعاً کوئی نرم گوشہ نہیں رکھتا، اس لئے اس کی طرف سے کسی ایسے اقدام کی تائید جو بالواسطہ بھی طالبان کی تائید پر محمول کیا جاسکتا ہو، عام حالات میں متوقع نہیں ہونا چاہئے۔ دوسری وجہ یہ ہے کہ او آئی سی کا ایک روایتی کردار رہا ہے اور وہ عالم اسلام کے خلاف امریکی کاروائیوں کی مذمت بس ایک حد تک کرتی ہے جس کی وجوہات واضح ہیں لیکن اس کے باوجود اسے بیان جاری کرنا پڑا ہے۔ عرب لیگ کا ہنگامی اجلاس بھی ہورہا ہے اور مصر اور سوڈان کے درمیان خوشگوار تعلقات کی عدم موجودگی کے باعث عرب لیگ سے بھی سوڈان کی حمایت میں آواز اٹھانے کی زیادہ توقع نہیں کی جاسکتی تھی لیکن اپنے ہنگامی اجلاس میں وہ بھی امریکی اقدام کے خلاف موقف اختیار کرنے پر مجبور ہوجائے گی۔ امہ کی سطح پر جس قدر احتجاج ہوا ہے وہ بھی ماضی کے مقابلے پر وسیع تر ہے جس کی ایک وجہ یہ ہے کہ خلیج کے پورے خطے میں امریکی افواج کی موجودگی کے خلاف

ان ریاستوں میں بھی شدید غم وغصہ پایا جاتا ہے جو ان امریکی افواج کو دعوت دینے کی ذمہ دار ہیں۔ ان کے عوام اپنی اپنی حکومتوں سے متفق نہیں ہیں اور وہ امریکہ کو اپنا دوست نہیں سمجھتے۔ مغربی استعمار بالخصوص امریکہ کی مخالفت کرنے والے عام اسلام کے حلقے اگرچہ تمام جوانوں سے ایک جیسے نظریات نہیں رکھتے لیکن امریکہ کو یہ تمام حلقے بہرحال امت مسلمہ کا دشمن سمجھتے ہیں۔ جنگ افغانستان اور جہاد کشمیر کی وجہ سے مسلم نوجوانوں میں اسلامی مقاصد کیلئے کام کرنے کا جو جذبہ ابھرا اور مضبوط ہوا، اس میں بھی اب امریکہ یا استعمار دشمنی کے محرکات بڑے طاقتور ہوچکے ہیں۔ میں نے جب نومبر ۱۹۸۳ء میں پہلی دفعہ ایران کا سفر کیا تو واپسی پر اپنے تاثرات لکھتے وقت سب سے آخری کالم میں نے پاکستان اور ایران میں نفاذ اسلام کے تقابلی مطالعے کےلئے وقف کیا۔ اس میں دوسری باتوں کے علاوہ میں نے یہ بھی عرض کیا تھا کہ آج کے دور میں جس عالم دین کی فکر یا جس اسلامی تحریک میں استعمار دشمنی ایک زبردست جذبہ محرکہ کے طور پر موجود نہ ہو، اس کا فہم اسلام لائق اعتبار نہیں ٹھہر سکتا۔ اب کیفیت یہ ہے کہ عالم اسلام میں جہاں بھی اسلامی تحریکیں یا مذہبی تشدد پسندی کی تحریکیں چل رہی ہیں، ان سب میں استعمار دشمنی کا جذبہ روزبروز قوی تر ہوتا چلاجارہا ہے۔ مس البرائٹ تو سمجھتی ہیں کہ انہوں نے "اسلامی دہشت گردی" کا خاتمہ کرنے کیلئے جو مہم شروع کی ہے وہ مزید وسعت اختیار کرے گی اور اپنا مقصد حاصل کرلے گی لیکن ان کی مہم کا نتیجہ یہ بھی نکل سکتا ہے کہ عالم اسلام کی استعمار دشمن تحریکیں قوی تر ہوجائیں اور ان کے درمیان قریبی ارتباط عمل وجود میں آجائے۔ یہ ارتباط عمل کچھ کچھ تو اس وقت بھی موجود ہے لیکن امریکی حکمت عملیاں اس کو قوی تر اور عمیق تر بنانے کا باعث بنیں گے۔ قرآن حکیم میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

"ان اللہ بالغ امرہ قد جعل اللہ لکل شئ قدرا" (۶۵ : ۳) (اللہ اپنا کام پورا کرکے رہتا ہے اور اس نے ہرچیز کےلئے تقدیر مقرر کررکھی ہے)۔ مجھے تو یوں دکھائی دے رہا ہے کہ سرد جنگ کے خاتمے کے بعد کی امریکی (اور مغربی) اسلام دشمن حکمت عملیاں عالم اسلام کو بیدار اور متحرک اور متحد کرنے کا ذریعہ ثابت ہورہی ہیں۔ اس وقت مغرب اور عالم اسلام کی لڑائی ایک غیرمساوی جنگ ہے، اس لئے کہ مغرب کو کئی حوالوں سے عالم اسلام پر برتری حاصل ہے۔ یہ برتری ہمہ گیر ہے۔ جنگی سازوسامان، مادی وسائل سائنس اور ٹیکنالوجی پر عبور، دنیا کے بڑے بڑے ذرائع پر کامل غلبہ، مغربی ممالک کے مضبوط داخلی نظام ہائے حکومت، یہ سب وہ عوامل ہیں جو مغرب کو عالم اسلام پر ہرحوالے سے فوقیت دلاتے ہیں اور عالم اسلام ان تمام انتہائی اہم میدانوں میں بہت پسماندہ ہے لیکن اقبالؒ کے الفاظ میں یہ کہنا بھی غلط نہ ہوگا

روح مسلماں میں ہے آج وہی اضطراب راز خدائی ہے یہ کہہ نہیں سکتی زباں

مجھے معلوم ہے کہ میرے بعض اعلیٰ تعلیم یافتہ دوست عالم اسلام کی ہمہ گیر حالت کے بارے میں جو پست رائے رکھتے ہیں، اسکے پیش نظروہ میری اس رجائیت پسندی سے اختلاف کریں گے کہ حالیہ اور آئندہ امریکی کاروائیاں استعماریت کے خلاف عالم اسلام کو متحرک اور منظم کرنے کا باعث بن سکیں گی اور اس سے آخر کارامت مسلمہ کیلئے خیر کا کوئی پہلو نکل آئے گا۔ میں بھی اپنے ان دوستوں کی طرح بہت سے حوالوں سے عالم اسلام کی حالت سے سخت غیر مطمئن ہوں لیکن قدرت کے انداز نرالے ہیں۔ بارش مردہ زمین کو زندہ کردیتی ہے اور اس میں سے طرح طرح کے خوشنما پھول اور پھل اگ آتے ہیں ۔ کچھ عجب نہیں کہ مغرب کی مسلمان دشمنی بھی اس بارش کا کام کرکے جو امت مسلمہ کی مردہ زمیں میں سے نئے نئے گل بوٹے اگادے بلکہ میں یہ کہوں گا کہ عالم اسلام کے اندر بیداری کی ایک لہر پہلے ہی سے آچکی ہے اور وہ قدم بقدم مضبوط سے مضبوط تر ہوتی جارہی ہے ۔ صدر بل کلنٹن نے اپنے حالیہ حملوں کی مدافعت کرتے ہوئے کہا ہے کہ ہمارا ہدف اسلام نہیں دہشت گردی ہے لیکن ان کی یہ گفتگو اپنے اندر صداقت کا ایک بہت ہی چھوٹا سا عنصر رکھتی ہے ۔ اسلامی دہشت گردی کے تاریخی اور نفسیاتی معاصر اسباب کیا ہیں اور یہ نام نہاد دہشت گردی کیوں امریکی استعمار کی قابل بننے کی جرات کا مظاہرہ کررہی ہے ۔ یہ ایک تفصیل طلب اور علمی موضوع ہے اس لئے امریکی غلبے کے خلاف مسلمانوں کی جدوجہد کو دہشت گردی کا نام دے کر اس کے اندر جو احتجاج اور صداقت کا عنصر ہے اس کی اہمیت کو زائل نہیں کیا جاسکتا ۔ بلاشبہ اس وقت اسلامی دنیا میں مقامی حکمرانوں اور مغربی استعماری طاقتوں کے خلاف جو تحریکیں چل رہی ہیں ان میں سے بعض کی ترجیحات اور طریق کار سے کلی اتفاق نہیں کیا جاسکتا لیکن ان تحریکوں میں جواز کا ایک بہت بڑا عنصر بھی پایا جاتا ہے ۔ اس لئے میں سمجھتا ہوں کہ اسلامی تحریکیں روزبروز قوی سے قوی تر بھی ہوں گی اور ان کی ترجیحات اور اہداف بھی وقت کے ساتھ ساتھ معاصر تقاضوں سے ہم آہنگ ہوجائیں گے۔

صوبہ سرحد کے سابق چیف سیکرٹری اور آئی بی کے سابق ڈی جی نے جو کچھ کہا ہے ،اس سے یہ بات واضح ہوجاتی ہے کہ حکومت پاکستان مذکورہ کاروائی میں اپنے ملوث ہونے کے تمام حقائق پر پردہ ڈالنے کی ناکام کوشش کررہی ہے ۔ اصل میں موجودہ حکومت ایک بہت بڑے مخمصے سے دوچار ہے ۔ اس نے یہ سوچے بغیر کہ اس کی معیشت مغربی امداد کی بیساکھیوں کی کس قدر شدت سے محتاج ہے ، جوہری تجربے کرنے کا فیصلہ توکرلیا لیکن اس کے بعد وہ خودانحصاری کے راستے پرچلنے کے قابل ثابت نہیں ہوئی ۔ آج (بروز منگل) لندن میں مسٹر ٹالبوٹ اور مسٹر شمشاداحمد اور جناب

سرتاج عزیز کے درمیان جو مذاکرات ہورہے ہیں ، حکومت ان کو ایک خاص مفہوم میں کامیاب بنانے کے لئے ایڑی چوٹی کا زور لگارہی ہے ۔ امریکی کاروائی میں جس قدر بھی تعاون کیا گیا ہے، اس کا مقصد بھی ان مذاکرات سے مثبت نتائج حاصل کرنا تھا ۔ قاضی صاحب نے کہا ہے کہ امریکیوں نے میاں شہباز شریف کو جواب دیا کہ محض صادق ہویدا کو ہمارے حوالے کرنے سے آپ کو بڑا انعام نہیں مل سکتا ۔ بڑا انعام تو بڑی خدمت انجام دینے سے ہی مل سکتا ہے ۔ اب حکومت نے اپنی دانست میں بڑی خدمت بھی انجام دے دی ہے ۔ میں عرض کروں کہ اس وقت بے نظیر اور نواز شریف کے درمیان امریکہ کو خوش کرنے کی دوڑ لگی ہوئی ہے ۔ پیپلز پارٹی کے حلقوں نے امریکی کاروائی پر بے نظیر کے پہلے بیان کی تردید کی ہے لیکن حقیقت غالباً یہ ہے کہ پہلا بیان بے نظیر نے امریکی حکومت اور امریکی سامعین کے لئے دیا اور اس کی تردید پاکستانی عوام کو مطمئن کرنے کے لئے کی ۔ بالکل یہی کام نواز حکومت بھی کررہی ہے ۔ عوام کو کچھ اور لوری دی جارہی ہے لیکن ٹالبوٹ شمشاد مذاکرات کو کامیاب بنانے کیلئے اندرخانے حکمت عملی دوسری چل رہی ہے ۔ اس کمزوری کا مظاہرہ صرف اس لئے کرنا پڑ رہا ہے کہ ہم جوہری تجربات کی مشکلات سے عہدہ برآ ہونے کے لئے اپنے زور بازو پر انحصار کرنے کے اہل نہیں ہیں ۔ دراصل حکومت پاکستان جس مخمصے کی گرفت میں ہے، اس کی وجہ سے وہ بیک وقت گرم اور سرد پھونکیں مارہی ہے تاکہ " باغباں بھی خوش رہے ، راضی رہے صیاد بھی " اور

حافظا گر وصل خواہی صلح کن باخاص وعام — بامسلماں اللہ اللہ با برہمن رام رام

کا راستہ اختیار کررہی ہے ۔ نہیں کہا جاسکتا کہ لندن مذاکرات کو کامیاب بنانے کیلئے امریکہ جو قیمت ہم سے طلب کرے گا ہم کس حد تک اسے ادا کرنے کیلئے تیار ہوں گے لیکن یہ بات اہل پاکستان کو سمجھ لینی چاہئیے کہ وہ دفاعی یعنی ہمارے جوہری پروگرام اور معیشت یعنی ہماری داخلی معاشی حکمت عملیوں کے حوالے سے بڑے سخت مطالبات کرنے والا ہے جن پر اسے مطمئن کرنا جوئے شیر لانے کے مترادف ہوگا، لیکن ہم عین اس مرحلے پر جبکہ ہمیں ڈیفالٹ کا اندیشہ حقیقت بنتا دکھائی دے رہا ہے، امریکہ کو نہ کہنے کی پوزیشن میں بھی نہیں ہیں ۔ گویا ہماری حالت یہ ہے :

درمیان قعر دریا تختہ بندم کردہ ای — باز می گوئی کہ دامن تر مکن ہشیار باش

اللہ تعالیٰ ہی اپنے فضل خاص سے ہمیں ان مشکلات سے نکلنے کی کوئی سبیل پیدا کردے تو کردے ، ورنہ حالات واقعی تشویشناک ہیں ۔ (بشکریہ روزنامہ جنگ)

جناب نذیر احمد صاحب

طالبان، ایران اور امریکہ

ایرانی انقلاب کا اصل چہرہ

مضمون نگار سفارتکار کی حیثیت سے تہران میں چودہ سال گزار چکے ہیں۔

۱۹۷۰ء کے آخری عشرے میں جب ایران کے حکمران رضا شاہ نے امریکہ کو آنکھیں دکھانا شروع کردیں تو امریکہ نے اس کو معزول کرنے اور اس کی قائم مقام کی تلاش کے سلسلے میں ضروری کاروائی شروع کردی۔ اس دوران امریکی سی آئی اے نے اپنی ایک خفیہ تحقیقاتی رپورٹ میں سفارش کی کہ خمینی جو کہ ایک بااثر شیعہ ملا ہے، امریکہ کی عین توقعات کے مطابق شاہ کا متبادل ہوسکتا ہے اور اس خطے میں امریکہ کے اسلام دشمن عزائم کی تکمیل کے لئے بہت مددگار ومعاون ثابت ہوسکتا ہے۔ چنانچہ جوں ہی آیت اللہ خمینی عراق سے ملک بدر ہوکر فرانس پہنچے۔ صدر کارٹر نے اپنے ایک چوٹی کے آفیسر رمزے کلارک کو پیرس بھیجا۔ رمزے کلارک سے خمینی کی کئی خفیہ ملاقاتیں ہوئیں۔ اس نے خمینی کو امریکہ کی مکمل حمایت کا یقین دلاتے ہوئے معلوم کیا کہ فی الوقت ان کی کیا مدد کی جاسکتی ہے۔ آیت اللہ خمینی نے واضح کیا کہ ایرانی عوام کی شاہ سے دشمنی اور اس کے خلاف انقلاب کی اصل بنیاد امریکہ سے سخت نفرت ہے لہذا ان حالات میں امریکہ سے کسی قسم کے کھلے روابط کا تصور بھی نہیں کیا جاسکتا۔ البتہ اگر امریکہ چاہئے تو درپردہ دونوں فریق ایک دوسرے کے خلاف دشنام طرازی اور مخالفت کا تاثر دیتے رہیں۔ ساتھ ہی امریکہ اپنا اثرورسوخ استعمال کرکے شاہ کو جتنی جلدی ممکن ہو ایران چھوڑنے پر مجبور کردے اور یقینی بنائے کہ اس کو کسی صورت کسی ملک میں بھی پناہ نہ ملے۔ باہمی مفاہمت کے اس خفیہ معاہدہ کے بعد امریکن انتظامیہ نے شاہ پر دباؤ ڈالنا شروع کردیا کہ وہ ایک غیرفوجی حکومت تشکیل دے کر عارضی طور پر ایران سے چلا جائے اس لئے کہ اس کی موجودگی میں ملک میں حالات بہتر ہونے کی کوئی امید نظر نہیں آتی۔ حالات سازگار ہونے پر وہ واپس آسکے گا۔ چنانچہ، فروری ۱۹۷۹ء کو امریکہ کے ایک چوٹی کے آفیسر ائیرفورس جنرل روبرٹ ہائسر اپنے ساتھ صدر کارٹر کا ذاتی پیغام لے کر تہران پہنچے اور شاہ کو عارضی طور

پر ایران چھوڑنے کیلئے راضی کرلیا۔ شاہ کے ملک چھوڑتے ہی خمینی کے لئے ایران واپس آنے اور انقلاب برپا کرنے کیلئے راہ ہموار ہوگئی۔ امریکہ نے خمینی کی انقلابی حکومت کو ۲۴ گھنٹے کے اندر تسلیم کرلیا جبکہ شاہ نے اپنی سلطنت کے سقوط کا ذمہ دار کارٹر کو ٹھہرایا۔ انقلاب کے بعد امریکی سفارتخانے پر ایرانی انقلابیوں کے حملے اور اس کے عملے کو یرغمال بنانا امریکی حکومت کے لئے غیرمتوقع نہ تھا، یہ امرباعث حیرت ہے کہ انقلاب کے وقت سینکڑوں امریکی شاہ کی حکومت کے مختلف اداروں خصوصاً وزارت جنگ میں بطور مشیر تعینات تھے لیکن اس دوران جہاں دوسرے ایرانی ہزاروں کی تعداد میں مارے گئے وہاں ایک امریکی کو بھی گزند نہ پہنچا، بلکہ سب کو بحفاظت ملک بدر کردیا گیا۔ یہ سارے واقعات دراصل امریکہ اور خمینی کے درمیان طے ہونے والے خفیہ سمجھوتے پر عمل کا حصہ تھے تاکہ ایرانی عوام کو دھوکہ میں رکھا جاسکے، انقلاب کے دوران ایران کے ہوئی اڈے ہر قسم کی آمدورفت کیلئے بند کردیئے گئے تھے لیکن ان ہوائی اڈوں خصوصاً تہران میں امریکن باشندوں کو لے جانے کا سلسلہ بغیر کسی روک ٹوک کے انقلاب کے بعد تک بھی جاری رہا۔ انقلاب سے لے کر آج تک ایرانی عوام کو فریب دینے اور دنیا کو گمراہ کرنے کیلئے دونوں ملکوں کے حکمران ایک دوسرے کو سخت تنقید کا نشانہ بناتے رہتے ہیں۔ خمینی امریکہ کو شیطان کا بزرگ کہتا تھا اور امریکہ ایران کو بین الاقوامی دہشت گرد کے نام سے نوازتا ہے لیکن یہ سب کچھ دونوں کی حکمت عملی کے عین مطابق ہے۔

ہمارے وطن کے پڑھے لکھے لوگ یہاں تک کہ ہمارے اخبار نویس بھی اس پرفریب پروپیگنڈے سے اس حد تک گمراہ اور متاثر ہوچکے ہیں کہ پاکستان میں کثیرتعداد میں شائع ہونے والے اخبار بھی امریکہ کی دھمکیوں کے خلاف ایران کی حمایت اور ہمدردی میں لمبے چوڑے اداریئے اور تبصرے لکھتے رہتے ہیں۔ شاید ان کو یہ معلوم نہیں کہ یہ سب کچھ صرف دنیا کی آنکھوں میں دھول جھونکنے کی ایک عیارانہ چال ہے جو صرف زبانی جمع خرچ سے زیادہ اہمیت نہیں رکھتی۔ گو دونوں ملکوں کے سیاسی تعلقات اب تک منقطع ہیں اور ایرانی ذرائع ابلاغ اور مذہبی رہنما اس صورتحال کو بظاہر قائم رکھنے کا تاثر دیتے ہیں، لیکن اس کے باوجود دونوں ملکوں میں اعلیٰ سطح پر روابط قائم ہیں اور گہرا تعاون جاری ہے۔ اپریل ۱۹۹۱ء میں ایک امریکن جہاز ایران کے لئے دوائیں اور دوسرا امدادی سامان لےکر اچانک تہران کے ہوائی اڈے پر اترا، ایرانی اخبارات نے اسکی آمد پر حیرانی کا اظہار کیا اور سخت تنقید کی لیکن تہران کی مذہبی حکومت نے اس واقعہ کی کوئی وضاحت نہیں کی۔ ستمبر ۱۹۹۱

یں لندن کے ایک عربی اخبار نے خبردی کہ ایران اور امریکہ کے اعلیٰ افسران بیروت میں خفیہ
مذاکرات میں مصروف ہیں اور یہ کہ اس ملاقات کی رازداری کو یقینی بنانے کےلئے یہ بات چیت
یک مشہور لبنانی شخصیت کے گھر میں ہورہی ہے۔ خبر میں بتایا گیا کہ یہ بات چیت لبنان میں ایران
ی پروردہ ملیشیا حزب اللہ کے قبضے میں امریکی یرغمالیوں کی رہائی کےلئے ہورہی ہے۔ اس رہائی کے
بدلے میں ایران کو کئی سوملین ڈالر حاصل ہوں گے۔ دی نیوز راولپنڈی (9-11-1991) کے مطابق
۱۹۸۰ء کے عشرے میں ایران عراق جنگ کے دوران امریکہ نے کروڑوں ڈالر کا قیمتی اسلحہ ایران کو
بھیجنے کیلئے پاکستان کی سرزمین کو استعمال کیا اور ترسیل اسلحہ کی یہ کاروائی خفیہ طور پر پشاور سے کی
جاتی رہی اور تین سال تک جاری رہی۔ رپورٹ میں پاکستانی اور اسرائیلی خفیہ اداروں کے حوالے
سے بتایا گیا کہ یہ ترسیل اسلحہ کی کاروائی کرنے والی جماعت پاکستانی حکومت کی معاونت سے پشاور میں
ئی سال تک مقیم رہی۔ اطلاعات میں بتایا گیا کہ اس کاروائی کی تمام تر تفصیلات ایک یہودی افسر
ے ڈی مناشے کی رپورٹ سے لی گئی ہیں۔ یہ افسر اسرائیل کی وزارت دفاع میں ۱۰ سال تک اس
میٹی کا کارکن رہا جس کے ذمہ ایران کو امریکن اسلحہ کی باقاعدہ لیکن خفیہ ترسیل کا کام سپرد تھا۔ وہ
سے ایران کو امریکی اسلحہ بھیجنے کی کاروائی کی نگرانی کے سلسلے میں ۱۹۸۵ء میں پشاور آیا۔
مناشے کے مطابق اس امریکن خفیہ کاروائی میں دوسرے کئی پاکستانیوں کے علاوہ فضل حق (سرحد
ا سابق گورنر) بھی شریک رہا۔ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ تحریک نفاذ فقہ جعفریہ کے سابق سربراہ عارف
حسینی، صدر پاکستان جنرل محمد ضیاء الحق اور جنرل فضل حق کا قتل کسی نہ کسی طرح اس کاروائی
ں ملوث ہونے کا منطقی نتیجہ تھا۔

پشاور کے انگریزی روزنامے "فرانٹیئرپوسٹ" مورخہ ۱۲ نومبر ۱۹۹۱ء نے بھی اپنی پانچ کالمی
رپورٹ میں لکھاہے کہ امریکن سی آئی اے نے ۱۹۸۴ء سے ۱۹۸۶ء تک پاکستان کے ذریعے ایران کو
ئی بلین ڈالرکا اسلحہ سمگل کیا۔ رپورٹ کے مطابق اسرائیلی فوجی ماہرین کی ایک جماعت جو افغان
مجاہدین کی تربیت اور ان کو اسلحہ کی فراہمی کے سلسلے میں پاکستان میں مقیم تھی، ایران کو امریکی اسلحہ
ا فراہمی کے کام کی نگرانی بھی کرتی رہی۔ نیویارک ٹائمز (۹ دسمبر ۱۹۹۱ء) نے خبر دی کہ ایران کو
ئی بلین ڈالر قیمت کا اسلحہ بیچنے کےلئے امریکی حکومت نے اسرائیل کو ۱۹۸۰ء کی دہائی میں، جب
ق سے ایران کی جنگ ہورہی تھی، اجازت دی تھی۔ اس اخبار نے امریکی اور اسرائیلی خفیہ
روں کے حوالے سے لکھا کہ یہ کاروائی ایک معاہدے کے تحت ہوئی جو امریکی وزیرخارجہ ہیگ اور

اسرائیلی وزیراعظم بیگن کے درمیان طے پایا تھا۔ اس معاہدے کے تحت کئی سو ملین ڈالر کا امریکی اسلحہ اسرائیل کے ذریعے ایران کو دیا جاتا رہا۔ ہانگ کانگ کے ہفت روزہ میگزین فارایسٹرن اکانومک ریویو نے ۱۱ دسمبر ۱۹۹۱ء کو لکھا کہ افغان مجاہدین کو بھیجا جانے والا ۲۰۰ ملین ڈالر کا امریکی اسلحہ ۱۹۸۰ء کی دہائی میں ایران پہنچتا رہا۔ اخبار نے لکھا کہ یہ ہتھیار جن میں آرٹلری اور اینٹی ٹینک میزائل شامل تھے، اس اسلحہ کے علاوہ تھا جو ایران کو ۱۹۸۶ء کے "ایران کونٹرا" سکینڈل کے تحت دیا گیا۔ یا گیا ہے کہ اس آمدنی کو امریکی حکومت نکاراگوا کے باغیوں کے خلاف خفیہ طور پر استعمال کر رہی ہے۔ یاد رہے کہ اس کاروائی پر امریکن کانگریس نے پابندی لگا رکھی تھی۔ ایران کی خبررساں ایجنسی ارنا نے ۲۲ جنوری ۱۹۹۲ء کو بتایا کہ صدر رفسنجانی نے ایک حکم کے ذریعے اپنے عوام اور فوجی حکام کو امریکہ کے خلاف توہین آمیز نعرے لگانے سے منع کر دیا ہے۔ اس سے پہلے جمعہ کے ہفتہ واری اجتماعات اور فوجی پریڈوں میں امریکہ کے خلاف نعرے لگانا ایک معمول بن چکا تھا۔

۹ مارچ ۱۹۹۲ء کے ایرانی اخباروں نے امریکہ کے اس بیان کی شدید مذمت کی کہ وہ شمالی کوریا کے بحری جہاز جو ایران کے لئے سکڈ میزائل لے کر جارہا تھا پر قبضہ کر لے گا! اخباروں نے لکھا کہ ایران کو ہر قسم کے اسلحہ سے اپنے آپ کو لیس کرنے اور اپنے علاقے کا پوری قوت کے ساتھ دفاع کرنے کا پورا حق حاصل ہے۔ ایران کے ایک خفیہ ریڈیو (کردستان ریڈیو) نے ۱۴ مارچ ۱۹۹۲ء کو کہا کہ مارچ کے شروع میں جب شمالی کوریا کا ایک بحری جہاز ایران کے لئے سکڈ میزائل لے کر جارہا تھا تو امریکی حکومت اور اس کے اہلکاروں نے اس کے پتہ چلنے پر بڑا شور مچایا اور اعلان کیا کہ بحری جہاز کو ایران پہنچنے سے پہلے ہی پکڑ کر سکڈ میزائلوں پر قبضہ کر لیا جائے گا۔ دنیا اس امریکی کاروائی کا انتظار ہی کر رہی تھی کہ امریکہ نے اچانک یہ انکشاف کیا کہ امریکی جہازوں کا شمالی کوریا کے اس جہاز سے رابطہ کٹ گیا۔ بعد میں یہ بتایا گیا کہ یہ جہاز سکڈ میزائلوں کو لے کر پہلے ہی ایرانی بندرگاہ بندر عباس پہنچ چکا ہے۔ ریڈیو نے بتایا کہ یہ ایک حقیقت ہے کہ امریکہ اور ایران کی مذہبی حکومت ماضی میں بھی اس قسم کے ڈرامے رچاتی رہی ہیں لیکن حالیہ کھلے مضحکہ خیز ڈرامے کا انداز انتہائی بھونڈا، ناقابل فہم اور غیر پیشہ ورانہ نظر آتا ہے۔ ریڈیو نے کہا کہ شمالی کوریا کے بحری جہاز کا پہلے امریکی نظروں سے اوجھل ہونے اور پھر بندر عباس پر اس کے اچانک ظاہر ہونے کے بیانات سے یہی نتیجہ اخذ کیا جاسکتا ہے۔ کہ دونوں ممالک کی حکومتوں کے درمیان کوئی نہ کوئی خفیہ معاہدہ یا ملی بھگت ضرور ہے۔ ریڈیو کردستان نے تبصرہ کرتے ہوئے کہا کہ ہمیشہ کی طرح ایران کی مذہبی حکومت نے اپنی دور رضی حکمت عملی کے تحت اپنے عوام اور دنیا کو مغالطہ میں رکھنے کی خاطر پہلے امریکہ کے

معاندانہ رویئے کے خلاف بظاہر بڑا شوروغوغا برپا کیالیکن سکڈ میزائلوں کے .بحفاظت بندر عباس پہنچنے کی خبر پر ظاہر کیاکہ امریکی ایجنسیوں کا مفلوج ہوجانا دراصل ایران کے حق میں قدرت کا ایک اورکرشمہ تھا۔ ریڈیو نے کہا کہ وہ لوگ جو ایران کے مذہبی حکمرانوں کی سوچ اور حکمت عملیوں کا ادارک رکھتے ہیں ،انہیں اس بات کا بخوبی علم ہے کہ ان حکمرانوں نے امریکہ اور اسرائیل (بظاہر دشمن) کے ساتھ اپنے ناجائز کاروبار کے راز کو کس طرح منافقت اور ریاکاری کے پردہ میں چھپا رکھا ہے اور کس طرح اپنے عوام اور ساری دنیا کی آنکھوں میں دھول جھونکتے رہے ہیں ۔ ۱۹۷۱ء میں انگریزوں کے خلیج سے نکلنے کے فوراً بعد شاہ ایران نے خلیج کے دوبڑے جزیروں تمب الکبری اور تمب الصغریٰ (جو متحدہ عرب امارات کی ریاست راس الخیمہ کا حصہ تھے) پر بزورقبضہ کرلیا ۔ باوثوق ذریعیوں سے معلوم ہوا کہ اس غاصبانہ کاروائی میں شاہ کو امریکہ اور بعض مغربی ملکوں کی پشت پناہی اور حمایت حاصل تھی ۔ دوبئی کے نزدیک خلیج کے ایک اور جزیرہ ابوموسیٰ (جس کا ۳/۴ رقبہ شارجہ کے زیر کنٹرول تھا) پر مکمل قبضہ کرنے کے لئے ایران کی مذہبی حکومت نے ۱۹۹۱ء میں ایک پروگرام مرتب کیا تھا اور اس کی تکمیل کیلئے بالآخر مارچ ۱۹۹۲ء میں ایرانی فوجیں اس جزیرہ پر مکمل تحول حاصل کرنے کیلئے چڑھ دوڑیں اور شارجہ حکومت کی تمام تنصیبات کو قبضہ میں لے کر اور مقامی باشندوں کو نکال کر وہاں اپنا جنگی سازوسامان پہنچا دیا ۔ امریکہ یا اسکے کسی اتحادی نے اس بحری قذاقی پر ایران کی کوئی مذمت نہ کی ۔ بغداد کے عربی اخبار التمواز (۱۰ اپریل ۱۹۹۲ء) نے لکھا کہ ایران کو اس کاروائی میں امریکہ اور برطانیہ کی پشت پناہی حاصل رہی تاکہ خلیج کی عرب ریاستوں کو اپنی کمزوری اور بے بسی کا احساس دلاکر اس خطہ میں اپنی فوجوں کی موجودگی کے لئے جواز پیدا کیا جاسکے ۔ دی نیوز راولپنڈی (۹ جنوری ۱۹۹۳ء) کے مطابق امریکی اسلحہ کے ماہر ڈونلڈ ملیلے نے کہا ہے کہ امریکہ بڑے پیمانے پر کیمیکل ہتھیار بنانے میں ایران کی مدد نہیں کررہا ۔ جب ان سے امریکہ کی طرف سے ایران کو بڑے پیمانے پر کیمیکل مواد کی سپلائی کے متعلق سوال کیاگیا تو انہوں نے کہاکہ انہیں اس کا علم نہیں اس بات کا پورا یقین ہے کہ ایران کو دیا جانے والا کیمیکل مواد بلاشبہ تجارتی مقاصد کے لئے ہی ہوسکتا ہے ۔ ایران کے وزیردفاع اکبرتورکان نے ۸ جون ۱۹۹۳ء کو اخبار نویسوں کو بتایا کہ امریکن فوجوں کی خلیج میں موجودگی ایران کیلئے کسی قسم کے خطرات کا باعث نہیں ہے ۔ انہوں نے کہا کہ خلیج کے علاقے میں امریکہ ایران کو نہ تو دھمکیاں دے رہا ہے اور نہ ہی ہم اس کے لئے کسی خطرے کا باعث ہیں ۔ ایران امریکہ تعلقات کی نوعیت یعنی بین الاقوامی سطح پر ایک دوسرے سے بظاہر دشمنی کا اظہار لیکن درپردہ باہمی تعاون کسی سے ڈھکا چھپا نہیں ہے ۔ عراق کے

ساتھ اپنی آٹھ سالہ جنگ میں ایران صدام حسین کو برطرف کرکے وہاں شیعہ انقلاب لانے میں خود تو کامیاب نہ ہوسکا لیکن ایران کی جانب سے یہی کام انجام دینے کےلئے اب امریکہ سرگرم عمل ہے۔ ادھر افغانستان میں بھی طالبان کے خلاف ایران اور امریکہ کا تعاون ایک کھلی حقیقت ہے۔ انہوں نے روس اور ہندوستان کے ساتھ مل کر طالبان دشمن دھڑوں کی مدد کےلئے مزارشریف میں جدید اسلحہ کے انبار لگادیئے ہیں۔ یہ اسلام دشمن طاقتیں نہیں چاہتی ہیں کہ افغانستان متحد اور مستحکم ہو اور وہاں صحیح اسلام نافذ ہو۔

افغانستان کا ۹۰ فیصد سے زیادہ علاقہ طالبان کے قبضہ میں آچکا ہے اور ہم نے ان کی حکومت کو تسلیم بھی کیا ہوا ہے۔ چاہیئے تو یہ تھا کہ ہم اقوام متحدہ اور دوسرے بین الاقوامی اداروں میں طالبان کی نمائندگی کےلئے آواز اٹھاتے لیکن ہم شاید ایران اور امریکہ کے دباؤ میں آکر افغانستان میں ایک وسیع البنیاد حکومت کے قیام کی حمایت میں لگے ہوئے ہیں تاکہ کسی طرح افغانستان میں شکست خوردہ دھڑوں کو بالادستی اور غلبہ حاصل ہوجائے۔ امریکہ اور ایران کے اسلام دشمن کردار کو طالبان ہم سے بہتر سمجھتے ہیں اور اسی لئے ان کو کوئی گھاس نہیں ڈالتے۔ لیکن ہم اپنے طور پر طالبان سے ملانے کیلئے ایرانی نمائندوں کو ساتھ ساتھ لیئے پھیر رہے ہیں۔

نوٹ :۔ مزار شریف پر طالبان کے قابض ہوجانے کے بعد ایران جس طرح ہمارے خلاف الزام تراشی اور بیان بازی کررہا ہے وہ ماضی میں ہماری کمزور اور معذرت خواہانہ حکمت عملیوں کا منطقی نتیجہ ہے۔ (بشکریہ روزنامہ "اوصاف")

راشد الحق سمیع حقانی

تحریک ــــ طالبان فتح کی دہلیز پر

اصل میں یہ مضمون " الحق" کیلئے لکھا گیا تھا، لیکن افغانستان میں تیزی سے حالات بدلنے کیوجہ سے ہنگامی طور پر ملک کے بعض اخباروں میں مشتہر کردیا گیا۔ (ادارہ)

الحمدللہ قندھار کے ریگزاروں اور احمد شاہ ابدالیؒ کے دیس سے جو کاروان دعوت وعزیمت امن وآشتی اور نفاذ نظام اسلام کے داعیوں کا چلا تھا، بالآخر تمام رکاوٹوں اور گھاٹیوں کو عبور کرتا ہوا مزارشریف کو نعرہ ہائے تکبیر کے ساتھ پہنچ گیا۔ ایک طویل اور تھکا دینے والے انتظار کے بعد فرح وانبساط کی وہ گھڑی آ پہنچی اور افغانستان کے شمالی علاقہ جات بھی طالبان کے زیر نگین آہی گئے ۔طالبان کے لشکر اسلام نے اللہ کی نصرت اور اپنے جواں عزم وحوصلے کی بنا پر شمالی علاقہ جات اور طالبان مخالفین کے سب سے بڑے اور اہم مرکز مزارشریف پر بھی امارت اسلامی افغانستان کا سفید اسلامی پرچم لہرادیا۔ اور یوں آج تقریباً پورے افغانستان پر طالبان (Students) کی حکومت قائم ہوگئی ہے۔ مزارشریف کو گذشتہ سال بھی تحریک طالبان نے اپنے زور بازو سے فتح کیا تھا لیکن جنرل مالک، دوستم، حزب وحدت ربانی، مسعود، حکمتیار، ایران وبھارت اور وسط ایشیائی جمہوریاؤں کی ملی بھگت اور سازش سے انہوں نے مذاکرات کی آڑ میں معصوم سفیران امن کا بے دریغ قتل عام کیا اور ہزاروں بے گناہ طالب علموں کو زندہ درگور کیا حتیٰ کہ طالبان کی اعلیٰ قیادت اور ہائی کمان (مولانا احسان اللہ شہیدؒ) کو بھی شہید کیا گیا لیکن اس عارضی شکست نے طالبان کے پائے استقلال میں لغزش نہ آنے دی مگر اس سے مخالفین کا اسلام دشمن کردار روزروشن کی طرح عیاں ہوا۔ طالبان نے مزارشریف پر حملہ کرنے کیلئے شدید برف باری اور سخت موسمی حالات کیوجہ سے انتظار کیا۔ پھر اس کے بعد ان علاقوں میں خدائی آفات کا نزول ہوا، خصوصاً زلزلوں اور بارشوں نے ربانی مسعود اور دوستم کے زیر کنٹرول علاقہ جات میں تباہی مچادی۔ یہ طالبان کیلئے ایک سنہرا موقع تھا لیکن پھر بھی

طالبان نے وسیع النظرفی کا مظاہرہ کرتے ہوئے ان کی بھرپور مدد کی۔ جوکہ اس بات کا بیّن ثبوت ہے کہ طالبان مہم جوئی اور کشور کشائی کا شوق نہیں رکھتے بلکہ ان کا مقصد قیام امن اور نفاذ اسلام ہے۔ گذشتہ ایک ماہ سے طالبان نے دشمنوں پر آخری فیصلہ کن وار کرنے کیلئے اپنی جنگی حکمت عملی کا آغاز کیا اور صوبہ فاریاب پر منظم انداز میں حملے شروع کئے پھر تھوڑے دنوں کے اندرہی مخالفین اور ایرانی سازش کا بڑا مرکز طالبان کے ہاتھوں فتح ہوا۔ اس کے بعد انہوں نے مزارشریف کیطرف پیش قدمی شروع کی اور شہر کو مختلف اطراف سے محاصرہ میں لے لیا۔

مولوی خیر اللہ خیرخواہ کی زیرقیادت طالبان معمولی مذاحمت اور بغیر کسی بڑے نقصان کے مزارشریف میں داخل ہوئے اور انہوں نے فتح مکہ کی یاد تازہ کرتے ہوئے اسلامی احکامات پر عمل پیرا ہوتے ہوئے اور امیرالمؤمنین کی اطاعت کی روشنی میں تمام دشمنوں کیلئے عام معافی کا اعلان کردیا۔ شہرمیں مثالی امن وامان قائم کیا جس کا مدتوں سے شہرمیں فقدان تھا۔ مزار شریف کے لوگ جنرل دوستم اور حزب وحدت کے مظالم سے اکتاگئے تھے۔ بلکہ صوبہ فاریاب کے فتح کے بعد لوگوں نے طالبان کا حسن سلوک دیکھ کر اپنے گھروں پر سفید پرچم لہراوئے اور طالبان کے استقبال کیلئے چشم براہ تھے۔ طالبان نے جن حالات میں مزارشریف کو فتح کیا ہے وہ ایک معجزے سے کم نہیں کیونکہ ان مٹھی بھربوریانشین طلبا کے مدمقابل روس، امریکہ، بھارت، ایران، اسرائیل اور وسط ایشیا کے کمیونسٹ ممالک کا اتحاد تھا۔ اسلحہ اور دیگر فوجی سازوسامان اور کروڑوں ڈالرز کا سیلاب بھی ان جان سپاروں کا راستہ نہ روک سکا اور یہ ان کو خرید سکا۔ طالبان کا لشکر اسلام شمالی علاقہ جات کے باقی ماندہ علاقوں کو بھی فتح کرنے میں مصروف ہے۔ انشاء اللہ مسعود کے اہم گڑھ وادی پنج شیر ان کی ٹھوکروں کی زد میں آنیوالی ہے۔ صوبہ بغلان کا اہم شہرپل خمری بھی فتح ہوگیاہے۔ جوکہ صدر ربانی کا بڑا مرکز تھا۔ صوبہ بداخشان کے اہم شہر تالقان اور تاخار بھی فتح ہوچکے ہیں۔ نیز تاجکستان کے بارڈر سے متصل اہم شہر حیراتان پر بھی اسلامی پرچم لہرا دیا گیا ہے۔ اور یوں آج پورے افغانستان پر تحریک طالبان کی حکومت قائم ہوگئی ہے۔ اقوام متحدہ اور دیگر ممالک کا یہ فرض بنتا ہے کہ وہ اس جائز اور قانونی حکومت کو فوری طور پر تسلیم کرے۔ اقوام متحدہ میں ربانی و حکمتیار کی نام ونہاد حکومت کی نشست طالبان حکومت کے نمائندہ کو دی جائے۔ اس سلسلہ میں حکومت پاکستان کو بھی چاہئیے کہ وہ اس کے لئے سفارتی مہم چلائے۔ نیز اسلامی ممالک کو بھی سفارتی مہم کے ذریعے بریف کیا جائے۔

آج طالبان کی ان بڑھتی ہوئی برق رفتار کامیابیوں سے مخالفین اور عالمی طاقتیں بالخصوص ایران اور روس بوکھلا گئے ہیں ۔ ایران نے واضح الفاظ میں پاکستان پر مداخلت کا الزام لگایا ہے ۔ کہ پاکستان براہ راست افغانستان کے امور میں ملوث ہے ۔ لیکن اس سے پہلے ہم ایران کا چہرہ بےنقاب کرتے ہیں کہ آیا افغانستان کی تباہی میں پاکستان ملوث ہے یا کہ خود ایران ۔ ایران نے طالبان کی مخالفت کئی وجوہ سے کی ہے ۔

(۱)۔ ایران کو ہرگز یہ قابل قبول نہیں کہ عالم اسلام میں اور پھر اسکے پڑوس میں ایک صحیح اور سچا اسلامی انقلاب قدم جماسکے ۔ کیونکہ اس سے اس کے نام نہاد "اسلامی انقلاب" کی حیثیت کم ہوگی بلکہ اس انقلاب کو خطرہ بھی درپیش ہوسکتا ہے ۔ (۲)۔ ایران نے افغانستان میں ہزارہ جات اور حزب وحدت قبائل کی سرپرستی کی ہے کیونکہ ان کا تعلق مذہبی لحاظ سے اہل تشیع سے ہے ۔ (۳)۔ ایران کو معلوم ہے کہ طالبان اور افغان قوم کا پاکستانی عوام اور حکومت کے ساتھ ایک لازوال اخوت کا رشتہ قائم ہے ۔ اور مستقبل میں افغانستان کی حکومت کی بدولت ہی پاکستان کیلئے وسط ایشیا کے ممالک کے ساتھ تجارتی، اقتصادی امور میں ترقی کی راہ کھل سکتی ہے جس کی وجہ سے مستقبل میں پاکستان حقیقی معنی میں ایشیا کا ٹائیگر بن سکتا ہے ۔ تحریک طالبان شروع دن سے دنیا کو بار بار یہ بتلا رہی ہے کہ ایران ہمارے اندرونی معاملات میں براہ راست ملوث ہے ۔ اس کا تازہ ترین ثبوت صوبہ فاریاب میں ایرانی ساخت کے اسلحہ سے بھرے ہوئے ذخائر سے لگایا جاسکتا ہے ۔ ان کی تصاویر کراچی سے شائع ہونے والا ہفت روزہ "ضرب مومن" میں ملاحظہ کی جاسکتی ہیں ۔ ایران کے افغان امور کے خصوصی ایلچی بروجردی گذشتہ دنوں مزارشریف گئے تھے ۔ ان کے دورہ کا مقصد "قیام امن" تھا ۔ اس لئے ہی اپنے ساتھ فوجی سازوسامان اور اسلحہ سے لدے ہوئے چارفوجی جہاز لے گئے تھے ۔ انہی جہازوں میں سے طالبان نے مزارشریف کی فتح کے موقع پر اسلحہ اور فوجی سازوسامان سے بھرے ہوئے دو(جہاز) بمعہ فوجی عملہ کے اپنے قبضے میں لیے ہیں ۔ ان کے علاوہ شمالی علاقہ جات سے تیس ایرانی فوجیوں کو بھی گرفتار کیا ہے ۔ یہ سب شواہد دنیا کی آنکھیں کھولنے کیلئے کافی ہیں ۔ اس لئے ہی آج ایران نے پاکستان کے خلاف بےسروپا الزامات کا طوفان کھڑا کردیا ہے ۔ اور اپنے سفارتکاروں کے اغوا کا ڈرامہ رچایا ہے ۔ تاکہ اس کے خلاف متوقع حقائق پر مبنی ثبوت طالبان یا پاکستان عالمی فورم پر پیش نہ کرسکیں ۔ اسکے علاوہ ایران نے گلبدین حکمتیار کو تہران میں وزیراعظم کا پروٹوکول دیا ہوا ہے ۔ صوبہ فاریاب میں حکمتیار کو کافی اسلحہ دے کر طالبان کے خلاف مدد پہنچائی

گئی ہے۔ نیز یہاں پر یہ امر قابل تعجب ہے کہ " اسلامی انقلاب کا داعی" اور اپنے آپکو امریکہ کا سب سے بڑا دشمن قرار دینے والا ایران بغض طالبان میں امریکہ کا ہم زبان اور ہم آواز بن گیا ہے۔ گذشتہ چند ماہ میں کئی امریکن اعلیٰ حکام نے تہران کے خفیہ دورے کیے۔ اور دونوں نے طالبان کے خلاف مل کر کام کرنے کا عہد کیا ہے۔ ان تمام باتوں سے ایران کی دوغلی پالیسی دنیا کے سامنے آتی ہے۔ اب ایران میں ایک سوچے سمجھے منصوبے کے تحت پاکستانی سفارتخانہ پر کل بروز بدھ تہران میں جو حملہ ہوا ہے اور جو شرمناک کاروائی کرائی گئے ہے وہ ایران کی بوکھلاہٹ کا کھلا ثبوت ہے۔ مظاہرین نے طالبان کی حمایتیوں یعنی " پاکستانیوں" کو سزائے پھانسی دینے کے نعرے لگا رہے تھے۔ نیز ایران کے بعض سنجیدہ حلقوں نے اس بات کا عندیہ دیا ہے کہ ایران افغانستان پر فوجی چڑھائی بھی کرسکتا ہے۔ حکومت پاکستان کو چاہئیے کہ ان حالات کے تناظر میں اپنی خارجہ پالیسی پر کڑی نظر رکھے اور سنجیدگی سے ماحول کا جائزہ لے۔ روس نے بھی پاکستان کو موردالزام ٹھہرایا ہے کہ پاکستانی فوجیں طالبان کی تازہ فتوحات میں برابر کی شریک ہیں۔ حالانکہ ان تمام بے بنیاد الزامات کا پاکستان نے انتہائی معقول انداز میں جوابات دئے ہیں لیکن روس اور دیگر مغربی ممالک کا شور وغل کرنا ایک متوقع امر ہے کیونکہ افغانستان میں امن اور نفاذ اسلام یہ دونوں صورتیں ان کیلئے قابل قبول نہیں ہے۔ پھر چونکہ افغانستان میں امن کا براہ راست فائدہ پاکستان کو ہی ہوگا۔ اور انہیں یہ قابل قبول نہیں۔ امریکہ نے بھی اپنی اسلام دشمنی کا مظاہرہ کرتے ہوئے ایک بار پھر وسیع البنیاد حکومت بنانے کا بے ہودہ اور بے وقت مطالبہ کیا ہے حالانکہ وسیع البنیاد حکومت کے کارناموں کا مظاہرہ تو طالبان تحریک سے پہلے تمام دنیا نے دیکھ لیا اور شمالی اتحاد نے جو نام نہاد وسیع البنیاد حکومت تشکیل دی تھی اسکا حشر بھی تمام دنیا کے سامنے ہے۔

طالبان کی بڑھتی ہوئی پیش قدمی کو دیکھ کر روس نے طالبان حکومت کو دھمکی دی ہے کہ وہ اپنے حدود میں رہے ورنہ روس اور وسط ایشیا کی ریاستیں انکے خلاف کاروائی کرے گی۔ اسکا جواب طالبان نے کافی مناسب دیا ہے کہ کیا تمھیں اپنی سابقہ شکست سے کوئی عبرت حاصل نہیں ہوئی۔ ہمارے عزائم میں تمھاری طرح جارحیت نہیں پائی جاتی۔ آج وہ کونسی اہم بات ہے جس نے عالمی طاقتوں کو طالبان کے خلاف کھڑا کردیا ہے۔ تو یہ کفریہ طاقتیں طالبان سے نہیں بلکہ اسلام کے حقیقی نفاذ سے لرزہ براندام ہیں۔ آج تحریک طالبان کی وجہ سے اکیسویں صدی کے آغاز میں اسلام پوری دنیا کیلئے نمونہ بن گیا ہے۔ کرہ ارض کے چپہ چپہ میں بسے ہوئے مظلوم مسلمان آج اپنے حقوق اور

آزادی کیلئے جہاد کے راستے پر گامزن نظر آرہے ہیں ۔ آج پاکستانی قوم اور ملت اسلامیہ فرزندان اسلام کے ساتھ شانہ بشانہ کھڑی ہے ۔ اور ان کی دعائیں ان کے ساتھ شامل حال ہیں ۔ انشاء اللہ ان معصوم طلباء کا ایمانی جذبہ اور مقدس خون ضرور رنگ لائیگا ۔ اور ایمانی جذبے اور پاک خون سے جو چراغ حق جل اٹھے ہیں یہی کل کے لئے دلیل سحر ثابت ہونگے ۔ ان کی روشنی اور تنویر سے ظلمت کدہ عالم کا کونہ کونہ منور ہوکے رہے گا۔ الحمدللہ خدا نے ایک بار پھر اپنی نصرت سے سرفراز فرما کر انہیں مزار شریف میں پہنچادیا ہے ۔ باقی کے چند محدود علاقے بھی بہت جلد پرچم اسلام کے سایہ امن وعافیت میں آجائینگے ۔ آج بیسویں صدی کے اختتام پر اسلام کی نشاۃ ثانیہ اور علم جہاد بلند کرنے پر ہم ان بہادر سپوتوں کو خراج تحسین پیش کرتے ہیں ۔ آج تحریک طالبان کیوجہ سے افغانستان میں جو فضائے بدر پیدا ہوئی ہے نہ صرف ہم نے بلکہ پوری دنیا نے نصرت خداوندی اور تائیدایزدی کے وہ وہ مظاہر اور مناظر دیکھے کہ ایک عالم حیران رہ گیا ہے ۔ اگر جذبے صادق ہوں اور نیت صاف ہو تو آج بھی بقول علامہ اقبالؒ کے

فضائے بدر پیدا کر فرشتے تیری نصرت کو ——— اتر سکتے ہیں گردوں سے قطار اندر قطار اب بھی

معذرت

" الحق " کے گذشتہ شمارہ میں عالم اسلام کے مشہورومعروف سکالر جناب ڈاکٹرحمید اللہ صاحب کے متعلق ان کی وفات کی مناسبت سے مضمون آیا تھا ۔ یہ مضمون اور اطلاع ہم نے پندرہ روزہ " تعمیرحیات " ندوۃ العلماء لکھنؤ سے لیا تھا۔ اس کے ساتھ کراچی کے مشہور ہفت روزہ " تکبیر " نے بھی ان کی وفات اور ان کے متعلق مضمون شائع کیا تھا ۔ بعد میں ہفت روزہ " تکبیر " سے معلوم ہوا کہ ڈاکٹر صاحب کے کسی عزیز نے آپ کی وفات کی خبر کی تردید کی ہے ۔ ادارہ " الحق " اس سہواور غیر مصدقہ اطلاع پر معذرت خواہ ہے ۔ اور ڈاکٹر صاحب کی درازی عمراور صحت یابی کیلئے دعاگو ہے ۔ ادارہ

جناب محمد تقی رفیع صاحب

طالبان اور اسامہ بن لادن : انگریزی میڈیا کی نظر میں

طالبان کی مزار شریف کے محاذ پر کامیابی کے بعد سے ایران مستقل طور پر مزار شریف میں اپنے اتحادیوں جنمیں سیکولر کمیونسٹ دوستم بھی شامل تھے انکی ناکامی کے بعد بہت زیادہ پریشانی کا مظاہرہ کررہا ہے۔ لیکن ایران سے زیادہ سراسیمہ ہمارے پاکستان کے انگریزی اخبارات خصوصاً روزنامہ "ڈان" ہے۔ یہ اخبارات بلاناغہ حکومت پاکستان پر زور دے رہے ہیں کہ طالبان سے بالکل قطع تعلق کرلینا چاہیئے بصورت دیگر بہت زیادہ خوفناک نتائج برآمد ہونگے۔ اسامہ بن لادن نے مسلمانوں سے اپیل کی ہے کہ جہاں بھی اور جب بھی انہیں موقع ملے امریکی اہلکاروں اور سول شہریوں کو قتل کردیں۔ (فرانسیسی خبررساں ایجنسی اے ایف پی ۱۰ اگست، فرنٹئیر پوسٹ)۔

() اسامہ بن لادن کی گرفتاری کے مکانات کا جائزہ لینے کیلئے ایف بی آئی اور سی آئی اے کی ایک ٹیم نے (مارچ، اپریل ۹۸ء میں) پاکستان کا دورہ کیا تھا۔ (۱۲ اگست .. دی نیشن)۔ () اسامہ بن لادن نے امریکیوں کے قتل کا کوئی فتویٰ جاری نہیں کیا۔ ترجمان طالبان ملا عبدالوکیل متوکل (۱۹ اگست ... فرنٹئیر پوسٹ)۔ () امریکی ذرائع نے تصدیق کی ہے کہ ایف بی آئی کے اہلکار پاکستان پہنچ گئے ہیں۔ (۱۶ اگست ... دی مسلم)۔ () امریکہ پاکستان سے دہشت گردی کے خاتمے اور ایٹمی ہتھیاروں پر پابندی پر مذاکرات کرے گا۔ (۲۱ اگست ... دی نیوز)۔ () کوئی لالچ یا دباؤ طالبان کو مجبور نہیں کرسکتا وہ اسامہ بن لادن کو امریکہ یا پاکستان کی حکومتوں کے حوالے کردے۔ امیرالمؤمنین ملا عمر (انٹرویو رحیم اللہ، دی نیوز .. ۲۰ اگست)۔ () لندن کے روزنامے "سنڈے ٹائمز" نے الزام لگایا ہے کہ اسامہ بن لادن نے ایک ایجنٹ کو ایٹمی ہتھیاروں کی خریداری کے لئے ۲۰ لاکھ ڈالر دیئے ہیں۔ (۲۰ اگست .. دی نیشن)۔ () افغانستان میں اسامہ بن لادن کی گرفتاری کے لئے کوئی بھی امریکی حملہ سوویت یونین کی غلطی کا اعادہ ہوگا۔ جنرل اسلم بیگ (۲۰ اگست .. دی نیشن)۔

() اسامہ بن لادن کے مسئلہ پر طالبان کی اعلیٰ قیادت کے درمیان اختلاف پایا جاتا ہے۔ اسمٰعیل خان (۲۰ اگست .. دی نیوز)۔ () امریکی سفارت خانوں میں دھماکوں کا مبینہ ملزم صادق ہویدا دنیا بھر میں اسامہ بن لادن کے امریکہ کش آپریشن کی تفصیلات بتلانے پر رضامند ہے۔

بشرطیکہ اسے امریکہ کے حوالے نہ کیا جائے ۔ کامران خان (۱۹ اگست .. دی نیوز)۔ () امریکہ پر اسلامی دہشت گروں اور انتہاپسند اسلامی بنیاد پرستوں نے حملہ کردیا ہے ۔ (۱۹ اگست ... دی نیوز بحوالہ لاس اینجلس ٹائمز)۔ () امریکہ کی یہ سوچ کہ وہ قانون سے بالاتر ہے ۔ اسے بین الاقوامی عدم سلامتی کا مجرم بنادے گی ۔ ولیم پفاف (۲۰ اگست .. ڈان)۔ () ہم بین الاقوامی عدالت جرم کو جوابدہ نہیں ۔ کیونکہ ہم سپرپاور ہیں ۔ امریکی موقف (ولیم پفاف ۲۱ اگست ... ڈان)۔() افغانستان میں پاکستانی جارحیت روسی جارحیت سے مختلف نہیں ۔ صادق خان Sadiq Khan @clr.com (۱۷ اگست ... فرنٹیئر پوسٹ)۔() طالبان پورے علاقے کیلئے خطرہ ہیں ۔ پاکستان میں سیکولر قوتوں کو ان سے سنگین خطرہ لاحق ہے ۔ آئی اے رحمن (۱۷ اگست ،اویس توحید فرنٹیئر پوسٹ)۔

() اگر طالبان نے افغانستان پر کنٹرول کرلیا تو پاکستان کیلئے سنگین مسائل پیدا ہوجائینگے ۔ ایم بی نقوی (۱۷ اگست ،اویس توحید،فرنٹیئر پوسٹ)۔() پاکستان وسط ایشیاء کی ریاستوں میں طالبان کیوجہ سے بدنام ہورہا ہے ۔ اسے طالبان کے گناہوں کی سزامل رہی ہے ۔ ایمل خان (۱۴ اگست فرنٹیئر پوسٹ)

() ایمنسٹی انٹرنیشنل کا الزام طالبان شمالی افغانستان میں قتل عام کررہے ہیں ۔ (۱۹ اگست ... ڈان)

() طالبان کی فتح پاکستانی فوجیوں اور پائلٹوں نے اہم کردار ادا کیا ہے ۔ نسیم زہرہ (۲۰ اگست .. دی نیوز)۔() پاکستان طالبان کا جہنم بھومی ہے ۔ حکومت کے طرف سے جہادی تنظیموں کی حوصلہ افزائی ملک کو دنیا میں یک وتنہا کردے گی ۔ عزیزالدین (۲۰ اگست ... دی نیشن) () امریکہ غلط ہے یا صحیح بس وہ اسامہ بن لادن کو تنزانیہ اور کینیا میں بمباری کا ذمہ دار قرار دیتا ہے اور پاکستان کے طالبان سے قریبی تعلقات ہیں اوراسامہ طالبان کامہمان ہے ۔ اداریہ ۔(۲۰ اگست ڈان) () طالبان کی پالیسیوں کے باعث صرف ہرات میں تین ہزار خواتین بے روزگار ہوگئیں ۔ صرف کابل میں تین ہزار ملازمت پیشہ بیواؤں کا مستقبل تاریک ہوجائے گا ۔ طالبان ہسپتال جانے والی خواتین کو سڑکوں پر مارتے ہیں ۔ برقع کی پابندی نے خواتین کو اردگرد کی ٹریفک دیکھنے سے محروم کردیا ہے ۔ حادثات میں کئی خواتین جاں بحق ہوچکی ہیں ۔ امریکی محکمہ خارجہ کی رپورٹ (۱۷ اگست ... دی نیشن) () طالبان کی حالیہ فتوحات سے نئے محاذ کھلیں گے ۔ غیر ملکی مداخلت کا امکان ہے ۔ پرامن متحدہ افغانستان کا خواب بکھرجائے گا ۔ ہارون صدیقی (۱۹ اگست ... فرنٹیئر پوسٹ)۔ () افغانستان کی صورتحال نے علاقے کے تمام ممالک کو پریشان کردیا ہے ۔ بھارتی مؤقف اے ایف پی (۲۰ اگست ... فرنٹیئر پوسٹ)۔

() امریکہ کی مدد سے طالبان فورس تشکیل دی گئی ۔ سعودی عرب کے سرمایہ اور پاکستان کی فوجی ومادی امداد نے طالبان کو موجودہ برتری دلائی ۔ جاوید نذیر (۲۰ اگست ... فرنٹیئر پوسٹ)۔

تفسیر فی ظلال القرآن

ترجمہ: سید معروف شاہ شیرازی

جلد اول تا ششم مکمل سیٹ

ہدیہ: 2125/- روپے

آج ہی اپنے قریبی بک سنٹر سے طلب فرمائیں۔

سائز: 23x33/8 کاغذ فلائنگ 55 گرام، کل صفحات 7000

اسلامی شریعت کے بنیادی معاشی تصورات

سیرت القرآن

نشانات راہ

ادارہ منشورات اسلامی

قومی خدمت ایک عبادت ہے

اور

سروس انڈسٹریز اپنی صنعتی پیداوار کے ذریعے

سال ہا سال سے اس خدمت میں مصروف ہے

جناب شفیق الدین فاروقی

دارالعلوم کے شب وروز

تحریک طالبان کی تحریک پر دارِالعلوم کی ہنگامی بنیادوں پر تعطیلات :۔

الحمدللہ دارالعلوم حقانیہ جہاد افغانستان اور تحریک طالبان کا مرکزی روحانی بیس کیمپ کی حیثیت رکھتا ہے ۔ سولہ سالہ جہادافغانستان میں اس کے فرزندوں کے کارنامے کسی سے مخفی نہیں ۔ اور پھر خصوصاً تحریک طالبان میں تو دارالعلوم کا کردار روزروشن کی طرح عیاں ہے اور وقفے وقفے سے تحریک طالبان کیلئے دارالعلوم افغانی طلبہ کو محاذوں پر بھیجتا رہا ہے ۔ امیرالمؤمنین اور تحریک طالبان کے زعماء کی تجویز پر دارالعلوم حقانیہ کو ہنگامی بنیادوں پر تین ہفتے کیلئے بند کرنا پڑا ۔ پے بہ پے فتوحات کیوجہ سے افغانستان میں طالبان کو افرادی قوت کی ضرورت تھی ۔ اس لئے کہ مفتوحہ علاقوں میں امن و امان قائم کرنا اور وہاں پر مختلف امور کو سنبھالنا بھی تھا ۔ چنانچہ دارالعلوم سے کافی تعداد میں افغانی طلبہ اپنی سرزمین اور مادروطن کی خدمت کیلئے افغانستان تشریف لے گئے تھے اور اب طلبہ کی واپسی وجہ سے الحمدللہ دارالعلوم کی رونقیں دوبارہ بحال ہوگئیں ۔

مولانا سمیع الحق اور دارالعلوم بین الاقوامی میڈیا کی نظر میں :۔ تحریک طالبان کی ابتداء ہی سے دارالعلوم حقانیہ پر بین الاقوامی میڈیا کی نظر ہے اور وقتاً فوقتاً دنیا بھر کی بڑے بڑے ذرائع ابلاغ کی ایجنسیوں اور مشہور و معروف اخبارات ، ٹیلی ویژن میڈیا کے نمائندے تشریف لاتے ہیں اور حضرت مولانا سمیع الحق صاحب مدظلہ سے جہادافغانستان ، تحریک طالبان اور پاکستان میں نفاذاسلام وغیرہ ، مختلف موضوعات پر مختلف قسم کے انٹرویوز ریکارڈکرتے ہیں ۔ طالبان کی تازہ فتوحات کیوجہ سے ان وفود میں کافی اضافہ ہوا ہے اور حال ہی میں تو بی بی سی لندن ، جاپان سنڈے ٹائمز لندن ، آسٹریلیا ، امریکہ ، جنوبی افریقہ اور جرمنی وغیرہ کی بہت سارے صحافتی ٹیمیں آئیں اور مولانا مدظلہ سے کئی کئی گھنٹے تبادلہ خیالات کیا ۔

امریکی جارحیت کیخلاف دارالعلوم اوراہل اکوڑہ و مضافات کا ایک تاریخی احتجاجی مظاہرہ :۔

جمعہ کے روزجوں ہی افغانستان اور سوڈان پر امریکی کروزمیزائلوں سے حملوں کی خبریں آئیں ۔ تو ملک کے دوسرے حصوں کے عوام کیطرح اکوڑہ خٹک اور مضافات میں غم وغصہ کی لہردوڑ گئی ۔

چنانچہ نماز جمعہ کی عظیم اجتماع کے بعد مولانا حامدالحق حقانی کی تحریک اور تجویز پر اسلامی حمیت اور دینی غیرت کے اظہار کیلئے احتجاجی مظاہرہ کے انعقاد کا فیصلہ کیا گیا۔ چنانچہ بعدازنماز عصر طے شدہ پروگرام کے مطابق رنج والم میں ڈوبے ہوئے عوام کا ایک سیلاب امڈ آیا۔ اور جی ٹی روڈ بلاک کر کے یہ عظیم جلوس حضرت مولانا انوارالحق صاحب اور حضرت مولانا مفتی سیف اللہ صاحب اور دیگر اساتذہ کرام کی قیادت میں مختلف بازاروں سے ہوتا ہوا شہر کے درمیانی چوک پہنچا۔ وہاں پر تقریریں ہوئیں اس کے بعد ٹاؤن کمیٹی کے پاس جلوس اختتام کو پہنچا۔ وہاں پر مولانا انوارالحق، مولانا حامدالحق حقانی، حافظ فاروق احمد، مولانا سید یوسف شاہ اور مولانا قاری امجد علی شاہ المدنی اور بعض افغان زعماء نے خطاب کیا۔ مقررین نے امریکی دہشت گردی کو تمام عالم اسلام پر حملہ قرار دیا اور اس نے عزم کا اظہار کیا گیا کہ انشاء اللہ اسلام کی سربلندی اور اسامہ بن لادن کی حفاظت کیلئے ہم کسی قربانی سے دریغ نہیں کریں گے۔

دعائے صحت کی اپیل :- ملک کے نامور اور ممتاز سیرت نگار، ادیب، شاعر، دانشور، محقق، مؤرخ اور درجنوں کتابوں کے مصنف، ماہنامہ "الحق" کے مقالہ نگار پروفیسر محمد افضل رضا صاحب گذشتہ ماہ سے دل کے عارضہ میں مبتلا ہیں اور تاہنوز پشاور ہسپتال میں زیرعلاج ہیں۔ جناب پروفیسر صاحب شیخ الحدیث حضرت مولانا عبدالحق رحمۃ اللہ علیہ کے انتہائی خصوصی معتقدین میں سے ہیں اور دارالعلوم اور حضرت مہتمم صاحب کے ساتھ ان کی والہانہ عقیدت ومحبت ہے۔ پروفیسر صاحب ہمارے ملک کا ایک عظیم علمی سرمایہ ہیں۔ دارالعلوم اور ماہنامہ "الحق" قارئین سے ان کی صحت یابی کیلئے دعاؤں کی درخواست کر رہا ہے۔

دروس الکافیہ

پشتو شرح کافیہ ابن حاجبؒ

افادات :-

مولانا حافظ محمد ابراہیم فانی مدرس دارالعلوم حقانیہ

ناشر:- مؤتمرالمصنفین دارالعلوم حقانیہ اکوڑہ خٹک ضلع نوشہرہ

تبصرہ کتب

حافظ محمد ابراہیم فانی

نام کتاب :- ارشادات افادات :- حضرت قطب الارشاد شاہ عبدالقادر صاحب رائپوری قدسرہ

جامع :- مولانا حبیب الرحمن رائپوری ۔ مرتب :- مولانا محمد عبداللہ ۔ قیمت :- ۵۰ روپے

ملنے کا پتہ :- مکتبہ سید احمد شہید اردو بازار لاہور

قطب الارشاد حضرت شاہ عبدالقادر رائپوری رحمہ اللہ کی شخصیت محتاج تعارف و تعریف نہیں ۔ چالیس سال سے زیادہ عرصہ تک لاکھوں بندگان خدا آپ کے فیوض و برکات سے مستفیض ہوتے رہے ، آپ کے حلقہ ارادت میں مختلف سیاسی فکر کے لوگ شامل تھے ۔ جمعیت العلماء ہند مجلس احرار اسلام کانگرس اور مسلم لیگ کے نمایاں اور ذمہ دار لوگوں کا حضرت اقدس کے ساتھ بیعت کا تعلق تھا ۔ مجلس احرار کے بانی رہنماؤں میں امیر شریعت سید عطاء اللہ شاہ بخاری اور مولانا حبیب الرحمن لدھیانوی کو زیادہ قرب اور اختصاص حاصل تھا ۔ آپ کے خصوصی اہل تعلق اور خانقاہ کے مقیم حضرات میں مولانا حبیب الرحمن صاحب رائپوری جن کا خاندانی تعلق سکھ مذہب سے تھا ۔ اللہ نے جب آپکو اسلام کی دولت سے نوازا پھر حضرت رائپوریؒ سے ایسا روحانی تعلق پیدا ہوا کہ رائپور کو اپنا مستقل وطن بنالیا ۔ آپ نے چند سال قبل حضرت رائپوریؒ کی مجالس اور اسفار قلمبند کئے تھے ۔ حضرت اقدس جو کچھ ارشاد فرماتے مجلس کے اختتام پر بیٹھکر مولانا اس کو لکھ دیا کرتے ۔ چند سال قبل مولانا حبیب الرحمان پاکستان تشریف لائے تھے وہاں انہوں نے یہ قیمتی ذخیرہ اور بیش بہا خزانہ حضرت اقدس کے قریبی عزیز اور مجاز طریقت مولانا عبدالرحمان کے حوالے کیا ۔ آپ نے مسودے سے ارشادات منتخب کرکے حضرت اقدس کے خلیفہ مجاز حضرت سید انور حسین شاہ صاحب نفیس مدظلہ کی خدمت میں پیش کئے ، آپ نے مسودے کا پورا مواد کاتب کے حوالے کیا اور یوں ایک علمی ذخیرہ اور وعظ وارشاد سلوک و تصوف اور دیگر مختلف النوع موضوعات سے مرصع قیمتی کتاب منصہ شہود پر جلوہ گر ہوئی ۔

نام کتاب :- عصمت انبیاء علیہم السلام مصنف :- مولانا مفتی مدرار اللہ صاحب مدرار نقشبندی

صفحات :- ۳۲۴ ۔ قیمت درج نہیں ۔ ملنے کا پتہ :- ادارہ اشاعت مدرار لعلوم گل برگ مردان

انبیاء علیہم السلام کی عصمت اور ادب کا مسئلہ جتنا اہم اور ضروریات دین میں سے ہے اتنا ہی اس سے غفلت برتی جارہی ہے حتیٰ کہ بعض خواص اور ذی علم اشخاص تک اس مسئلے کی اہمیت کے کماحقہ احساس سے عاری ہیں ، وقت کی اہم ضرورت ہے کہ انبیاء علیہم السلام کی عصمت اور ادب واحترام کے مسئلہ پر قرآن وحدیث اور علوم دینیہ کی روشنی میں نہایت محققانہ اور ناقدانہ بحث کی جائے ۔ چنانچہ مولانا مفتی

صفحہ ۷

مدرار اللہ صاحب قدس سرہ نے زیر تبصرہ کتاب میں حضورؐ اور دیگر تمام انبیاءؑ کی عصمت شان ارفع اور مقام اعلیٰ پر سیر حاصل تبصرہ کیا ہے ۔ یہ کتاب سات ابواب پر مشتمل ہے جبکہ آخر میں بطور افادہ عام ایک ضمیمہ بھی لگایا ہے ابواب کی ترتیب یہ ہے (۱) عصمت انبیاءؑ کا مسئلہ ، (۲) قرآن کی نظر میں صاحب قرآن کا مقام (۳) اسلام میں توہین انبیاءؑ کی سزا (۴) مولانا مودودی کا تصور نبوت (۵) مفتی محمد یوسف کی توجیہات کا جائزہ (۶) قانون تحفظ ناموس انبیاءؑ کی ضرورت (۷) دینی درسگاہوں ، تعلیمی اداروں اور پریس کا فرض ۔ مصنف نے موضوع کتاب کے متعلق سیر حاصل مواد قارئین کیلئے بہم پہنچایا ہے ۔ مقام نبوت اور عصمت انبیاءؑ کو سمجھنے کیلئے زیر تبصرہ کتاب کا مطالعہ انتہائی مفید ہے ۔ معنوی لحاظ سے تو کتاب کی افادیت مسلم اور صوری اعتبار سے بھی انتہائی دیدہ زیب البتہ کتابت کی باریکی محل نظر ہے اگر دو تین فونٹس اسکی کتابت موٹی ہوتی تو پڑھنے میں کوئی دقت پیش نہ آتی ۔ ہماری دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ آپکے صاحبزادہ جناب اکرام اللہ شاہد کو مولانا کے افادات عام کرنے کی مزید توفیق ارزانی فرمائے ۔ (آمین) (م ۔ ا ۔ ف)

نام کتاب :- مشکلات القرآن ۔ تالیف :- حضرت مولانا محمد انور گنگوہی صاحب
صفحات :- ۲۸۰ ۔ قیمت درج نہیں ۔ ناشر :- ادارہ تالیفات اشرفیہ بیرون بوہڑ گیٹ ملتان

یہ ایک ناقابل تردید حقیقت ہے کہ قرآن کریم اللہ تعالیٰ کا ایک قیم و مستقیم کلام ہے جو ہر قسم کے اختلاف واختلال تعارض وتناقض سے کلیۃ منزہ ومقدس ہے ۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے :

الحمدللّٰه الذی انزل علی عبده الکتاب ولم یجعل له عوجاً (سورۃ کہف) وہ خدا مستحق ہر حمد ہے جس نے اپنے بندے (محمد صلی اللہ علیہ وسلم) پر ایسی کتاب نازل فرمائی جسمیں کسی بھی قسم کی کجی نہیں

دراصل تعارض وتناقض تو اس شخص کے کلام میں ممکن ہے جس پر نسیان طاری ہوتا ہو جس کا علم ناقص اور ناتمام ہو ۔ جس کے فکرودماغ پر الجھنیں سوار ہوں ۔ بخلاف ذات خداوندی کے کہ وہ تو نسیان وذہول اور جملہ عیوب سے مبرا ہے ۔ ایسی ذات کے کلام میں تناقض واختلال امر محال ہے ۔ البتہ بظاہر جن آیات قرآنی میں تعارض معلوم ہوتا ہے وہ ہماری عقول وافکار کی کوتاہی ہے ۔ ورنہ نظر عمیق کے بعد یہ بات واضح ہوجاتی ہے کہ ان میں کوئی تعارض نہیں ۔ حق تعالیٰ جزائے خیر دے ہمارے محققین مفسرین کو جنہوں نے نقول صحیحہ اور عقول سلیمہ کی روشنی میں آیات متعارضہ کے درمیان تطبیقات بیان فرمائیں اور ایسی ایسی توجیہات ذکر کیں کہ جن کے بعد کوئی آیت کسی سے متعارض نہیں ۔ زیر تبصرہ کتاب بھی اسی سلسلہ کی ایک بہترین کڑی ہے ۔ اردو زبان میں اس موضوع پر ایسی جامع اور مکمل مگر مختصر کتاب اگر معدوم نہیں تو ناپید ضرور ہے ۔ فاضل مؤلف نے زیر تبصرہ کتاب میں ان متعارض آیات کو یکجا کرکے انکے درمیان تطبیق اور دفع تعارض کی بھرپور کوشش کی ہے ۔ جزاه اللّٰه خیراً

The First Name
in Bicycles, brings
ANOTHER FIRST

SOHRAB VIP SPORTS

Sohrab, the leading national bicycle makers now introduce the last word in style, in elegance, in comfort... absolutely the last word in bicycles.

PAKISTAN CYCLE INDUSTRIAL COOPERATIVE SOCIETY LIMITED
National House, 47 Shahrah-e-Quaid-e-Azam, Lahore, Pakistan.
Tel: 7321026-8 (3 lines). Telex: 44742 CYCLE PK. Fax: 7236143. Cable: BIKE

Regd.No.P - 90 *Monthly* "AL-HAQ" *Akora Khattak*

دانت دُرست "تَن" دُرست

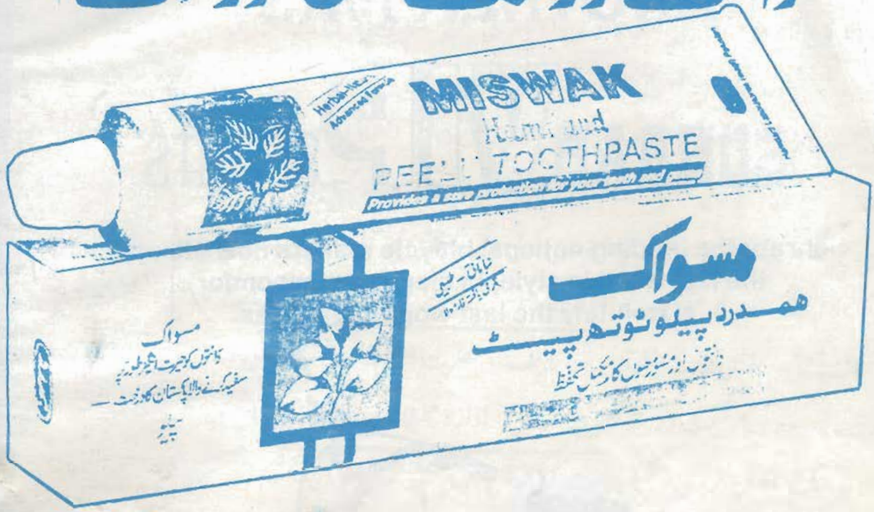

دانتوں کی صفائی اور مسوڑھوں کی صحت کے لیے انتہائی مؤثر نباتاتی

مسواک ہمدرد پیلو ٹوتھ پیسٹ

اچھی صحت کا دار و مدار صحت مند دانتوں پر ہے۔ اگر دانت خراب ہوں یا عدم توجہی کے باعث گر جائیں تو انسان دُنیا کی بہت سی نعمتوں اور لذتوں سے لُطف اندوز نہیں ہو سکتا۔ زمانۂ قدیم سے صحتِ دندان کے لیے انسان درختوں کی شاخیں بطور مسواک استعمال کرتا آیا ہے۔ ہمدرد نے تحقیق و تجربات کے بعد دارچینی، لونگ، الائچی اور صحتِ دہن کے لیے دیگر مفید نباتات کے اضافے کے ساتھ "مسواک ٹوتھ پیسٹ" تیار کیا ہے جو دانتوں کو صاف اور سفید رکھنے کے ساتھ مسوڑھوں کو بھی مضبوط، صحت مند اور محفوظ رکھتا ہے۔

سارے گھر کا ٹوتھ پیسٹ

مسواک ہمدرد پیلو ٹوتھ پیسٹ

مسواک کے قدرتی خواص، صحتِ دنداں کی مضبوط اَساس

ہمدرد

مدینۃ الحکمۃ تعلیم، سائنس اور ثقافت کا عالمی منصوبہ۔
آپ ہمدرد دوست ہیں۔ اعتماد کے ساتھ مصنوعاتِ ہمدرد خریدتے ہیں۔ جائز منافع بین الاقوامی شہر علم و حکمت کی تعمیر میں لگ رہا ہے۔ اس کی تعمیر میں آپ بھی شریک ہیں۔